ظہور 1390 ھش اگست 2011ء
جلد 52/ شمارہ 08 / 2011ء

ماھنامہ

انصار اللہ

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ فرماتے ہیں:۔

’’جماعت احمدیہ نے اس ملک کے بنانے
میں بھی حصہ لیا ہے اور انشاء اللہ اس کی تعمیر و ترقی
میں بھی ہمیشہ کی طرح حصہ لیتی رہے گی۔ کیونکہ
آج ہمیں
’’وطن کی محبت ایمان کا حصہ ہے‘‘
کا سب سے زیادہ ادراک ہے۔
آج احمدی ہے جو جانتا ہے کہ وطن کی محبت
کیا ہوتی ہے‘‘

(خطبات مسرور جلد سوم صفحہ 612)

حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

اَلصَّوْمُ جُنَّۃٌ

روزہ ڈھال ہے

ایڈیٹر
محمد محمود طاہر

سالانہ -/200 قیمت فی پرچہ -/20

عظمت رمضان

حضرت مسیح موعود علیہ السلام بیان فرماتے ہیں

”شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰنُ“ سے ماہ رمضان کی عظمت معلوم ہوتی ہے۔ صوفیاء نے لکھا ہے کہ یہ ماہ تنویر قلب کے لئے عمدہ مہینہ ہے۔ کثرت سے اس میں مکاشفات ہوتے ہیں۔ صلوٰۃ تزکیہ نفس کرتی ہے اور صوم تجلّی قلب کرتا ہے۔

تزکیہ نفس سے مراد یہ ہے کہ نفس امّارہ کی شہوات سے بُعد حاصل ہو جائے اور تجلّی قلب سے مراد یہ ہے کہ کشف کا دروازہ اس پر کھلے کہ خدا کو دیکھ لے“۔

(ملفوظات جلد ۲ صفحہ ۵۶۱)

احمدی انصار کی تعلیم و تربیت کیلئے

ماہنامہ

انصار اللہ

ایڈیٹر: محمد محمود طاہر

ظہور 1390ہش اگست 2011ء

جلد 52

شمارہ 08

فون نمبر 047-6212982 فیکس 047-6214631

موبائل نمبر مینیجر (0336-7700250)

ای میل: ansarullahpakistan@gmail.com

نائبین

☆ ریاض محمود باجوہ

☆ محمود احمد اشرف

☆ مبشر احمد خالد

پبلشر: عبدالمنان کوثر

پرنٹر: طاہر مہدی امتیاز احمد وڑائچ

کمپوزنگ اینڈ ڈیزائننگ:

فرحان احمد ذکاء

مقام اشاعت: دفتر انصار اللہ

دارالصدر جنوبی چناب نگر (ربوہ)

مطبع: ضیاء الاسلام پریس

شرح چندہ پاکستان

سالانہ.................200 روپے

قیمت فی پرچہ........20 روپے

اس شمارہ میں

اداریہ 2

القرآن والحدیث 3

کلام الامام 4

عربی منظوم کلام 5

فارسی منظوم کلام 6

اردو منظوم کلام 7

رمضان المبارک کی اہمیت اور فیوض و برکات (محمد محمود طاہر) 12-8

عیدالفطر کی برکات و مسائل 14-13

جماعت احمدیہ اور محبت قرآن کے نظارے (عبدالسمیع خان) 24-15

نظم (نالہ جدید) (عبدالسلام سلام) 25

جلسہ سالانہ جرمنی 2011ء (مبشر احمد خالد) 27-26

قائداعظم اور احمدی (جمیل احمد بٹ) 38-28

اخبار مجالس 40-39

اداریہ

ماہ رمضان اور ہماری ذمہ داریاں

یہ ہماری خوش نصیبی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک بار پھر ہمیں ہماری زندگیوں میں رمضان کا بابرکت اور رحمتوں والا مہینہ دیکھنا نصیب کیا ہے۔ یہ مہینہ مومنوں کے لئے موسم بہار کا سماں لیکر آتا ہے۔ اس مہینہ میں قرآن کریم نازل ہوا اور اس مہینہ کے بارہ میں قرآن کریم کے ارشاد نازل ہوئے۔ اس مہینہ کے روزے فرض کئے گئے ہیں۔ صرف مریض اور مسافر کو روزوں سے رخصت دی گئی ہے۔ یہ قبولیت دعا اور وصل الٰہی کا مہینہ ہے۔ اس عظیم الشان مہینہ کی برکات وفضائل ایک حدیث قدسی میں یوں بیان ہوئے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ روزے میرے لیے ہیں اور میں ہی اس کا بدلہ اور جزا ہوں۔

یہ مہینہ ہمیں کئی ذمہ داریوں کی طرف متوجہ کرتا ہے۔ سب سے پہلے تو روزوں کی فرضیت کا ادراک خود بھی حاصل کرنا اور اپنے بچوں کو بھی روزے رکھنے کی طرف متوجہ کرنا ہے۔ موسم کی شدت، ملازمت، پڑھائی اور کئی قسم کے عذر بنا کر روزے ترک نہیں کر سکتے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے یہ اسی ماہ کیلئے فرض کئے ہیں اور موسموں کی تبدیلی یا مصروفیات کی بنا پر رخصت نہیں دی گئی۔ رخصت صرف مریض اور مسافر کو ہے۔ اس کے علاوہ رخصت کے رجحان کو ہمیں ختم کرنا چاہئے۔

رمضان خصوصی عبادات اور مجاہدات کا مہینہ ہے۔ قرآن کریم کا کم ازکم ایک دور ختم کرنا، نماز تہجد کا التزام کرنا، نماز تراویح کی طرف توجہ، نوافل عبادات میں شغف، لغویات سے پرہیز، نرم و پاک زبان کا استعمال، صدقات وخیرات کا خصوصی اہتمام کرنا، سحری و افطاری کی برکات سے فائدہ اٹھانا اور دعاؤں کی طرف خصوصی توجہ دینے کی ذمہ داریاں ادا کرنا ضروری ہے۔ بیمار اور نادار احباب روزے نہ رکھ سکیں تو رمضان میں دوسری عبادات میں تیزی پیدا کر کے رمضان کی برکات سے فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے۔ رمضان میں جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں۔ یعنی مومنوں کیلئے نیکیوں کے حصول کی راہیں آسان کی جاتی ہیں اور بدیاں دور کرنے کے مواقع پیدا ہوتے ہیں۔ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب تحریر کرتے ہیں کہ:

"حضرت مسیح موعود فرمایا کرتے تھے کہ بدیوں کو ترک کرنے کیلئے ایک خاص قسم کا ماحول سازگار ہوا کرتا ہے اور یہ ماحول رمضان کے مہینہ میں بدرجہ اتم میسر آتا ہے۔ پس لوگوں کو چاہئے کہ رمضان میں اپنے نفس کا مطالعہ کر کے اپنی کسی بدی کو ترک کرنے کا عہد کریں۔" (الفضل 27/اپریل 1955ء)

اللہ تعالیٰ ہمیں رمضان کی برکات سے مستفیض فرمائے اور نیکیوں کے حصول کیلئے سعی جمیلہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

القرآن

روزوں کی فرضیت

یَآاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُتِبَ عَلَیْکُمُ الصِّیَامُ کَمَا کُتِبَ عَلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ. اَیَّامًا مَّعْدُوْدَات. فَمَنْ کَانَ مِنْکُمْ مَّرِیْضًا اَوْ عَلٰی سَفَرٍ فَعِدَّۃٌ مِّنْ اَیَّامٍ اُخَرَ. وَعَلَی الَّذِیْنَ یُطِیْقُوْنَہٗ فِدْیَۃٌ طَعَامُ مِسْکِیْنٍ. فَمَنْ تَطَوَّعَ خَیْرًا فَھُوَ خَیْرٌ لَّہٗ. وَاَنْ تَصُوْمُوْا خَیْرٌ لَّکُمْ اِنْ کُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ. (البقرۃ:۱۸۴-۱۸۵)

ترجمہ: اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! تم پر روزے اسی طرح فرض کر دیئے گئے ہیں جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کئے گئے تھے تا کہ تم تقویٰ اختیار کرو۔ گنتی کے چند دن ہیں۔ پس جو بھی تم میں سے مریض ہو یا سفر پر ہو تو اسے چاہئے کہ وہ اتنی مدت کے روزے دوسرے ایام میں پورے کرے۔ اور جو لوگ اس کی طاقت رکھتے ہوں ان پر فدیہ ایک مسکین کو کھانا کھلانا ہے۔ پس جو کوئی بھی نفلی نیکی کرے تو یہ اس کے لئے بہت اچھا ہوگا اور تمہارا روزے رکھنا تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم علم رکھتے ہو۔ (اردو ترجمہ از حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ)

حدیث نبوی ﷺ

برکات روزہ

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: اَلصِّیَامُ جُنَّۃٌ فَلَا یَرْفُثْ وَلَا یَجْھَلْ. وَ اِنِ امْرَؤٌ قَاتَلَہٗ اَوْ شَاتَمَہٗ فَلْیَقُلْ: اِنِّیْ صَائِمٌ مَرَّتَیْنِ. وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَخُلُوْفُ فَمِ الصَّائِمِ اَطْیَبُ عِنْدَ اللّٰہِ تَعَالٰی مِنْ رِیْحِ الْمِسْکِ. یَتْرُکُ طَعَامَہٗ وَشَرَابَہٗ وَشَھْوَتَہٗ مِنْ اَجْلِیْ. اَلصِّیَامُ لِیْ وَ اَنَا اَجْزِیْ بِہٖ وَالْحَسَنَۃُ بِعَشْرِ اَمْثَالِھَا. (بخاری، کتاب الصوم حدیث نمبر ۱۸۹۴)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ روزے ڈھال ہیں۔ سو کوئی شخص فحش بات نہ کرے اور نہ جہالت کی بات اور اگر کوئی آدمی اس سے لڑے یا گالی دے تو چاہئے کہ اس سے دوبار کہے کہ میں روزہ دار ہوں۔ اس ذات کی قسم ہے جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، روزہ دار کے منہ کی بُو اللہ تعالیٰ کو مشک سے زیادہ پسندیدہ ہے۔ (اللہ تعالیٰ فرماتا ہے) کہ وہ اپنا کھانا اور اپنا پیا اور اپنی شہوت میری خاطر چھوڑ دیتا ہے۔ روزے میرے لئے ہیں اور میں ہی اس کا بدلہ ہوں اور نیکی کا بدلہ دس گنا ہے۔

کلام الامام

اہمیت رمضان

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

''صوفیا نے لکھا ہے کہ یہ ماہ تنویر قلب کے لئے عمدہ مہینہ ہے کثرت سے اس میں مکاشفات ہوتے ہیں۔ صلوٰۃ تزکیہ نفس کرتی ہے اور صوم تجلی قلب کرتا ہے تزکیہ نفس سے مراد یہ ہے کہ نفس امارہ کی شہوات سے بُعد حاصل ہو جائے اور تجلی قلب سے مراد یہ ہے کہ کشف کا دروازہ اس پر کھلے کہ خدا کو دیکھ لے۔ پس اُنْزِلَ فِیْہِ الْقُرْاٰنُ (البقرہ:۱۸۶) میں یہی اشارہ ہے اس میں کوئی شک وشبہ نہیں کہ روزہ کا اجر عظیم ہے لیکن امراض اور اغراض اس نعمت سے انسان کو محروم رکھتے ہیں......

ایک دفعہ میرے دل میں خیال آیا کہ فدیہ کس لئے مقرر کیا گیا ہے تو معلوم ہوا کہ توفیق کے واسطے ہے۔ تا کہ روزہ کی توفیق اس سے حاصل ہو۔ خدا تعالیٰ ہی کی ذات ہے جو توفیق عطا کرتی ہے اور ہر شے خدا تعالیٰ ہی سے طلب کرنی چاہئے۔ خدا تعالیٰ تو قادر مطلق ہے وہ اگر چاہے تو ایک مدقوق کو بھی روزہ کی طاقت عطا کر سکتا ہے تو فدیہ سے یہی مقصود ہے کہ وہ طاقت حاصل ہو جائے اور یہ خدا تعالیٰ کے فضل سے ہوتا ہے۔ پس میرے نزدیک خوب ہے کہ (انسان) دعا کرے کہ الٰہی یہ تیرا مبارک مہینہ ہے اور میں اس سے محروم رہا جاتا ہوں اور کیا معلوم کہ آئندہ سال زندہ رہوں یا نہ۔ یا ان فوت شدہ روزوں کو ادا کر سکوں یا نہ۔ اور اس سے توفیق طلب کرے تو مجھے یقین ہے کہ ایسے دل کو خدا تعالیٰ طاقت بخش دے گا۔

اگر خدا تعالیٰ چاہتا تو دوسری امتوں کی طرح اس امت میں کوئی قید نہ رکھتا مگر اس نے قیدیں بھلائی کے واسطے رکھی ہیں میرے نزدیک اصل یہی ہے کہ جب انسان صدق اور کمال اخلاص سے باری تعالیٰ میں عرض کرتا ہے کہ اس مہینہ میں مجھے محروم نہ رکھ تو خدا تعالیٰ اسے محروم نہیں رکھتا اور ایسی حالت میں اگر انسان ماہ رمضان میں بیمار ہو جائے تو یہ بیماری اس کے حق میں رحمت ہوتی ہے۔ کیونکہ ہر ایک عمل کا دارومدار نیت پر ہے مومن کو چاہیے کہ وہ اپنے وجود سے اپنے آپ کو خدا تعالیٰ کی راہ میں دلاور ثابت کر دے جو شخص کہ روزے سے محروم رہتا ہے مگر اس کے دل میں یہ نیت دردِ دل سے تھی کہ کاش میں تندرست ہوتا۔ اور روزہ رکھتا اور اس کا دل اس بات کے لئے گریاں ہے تو فرشتے اس کے لئے روزے رکھیں گے بشرطیکہ وہ بہانہ جُو نہ ہو۔''

﴿ملفوظات جلد دوم صفحہ 561-563﴾

عربی منظوم کلام

فَسُبْحَانَ مَنْ خَلَقَ الْخَلَائِقَ کُلَّھَا

وَتَعْمُرُ اَطْلَالاً بِفَضْلٍ وَّرَحْمَةٍ
وَتَھْدُ مِنْ قَھْرٍ مُّنِیْفًا مُّمَرَّدَا

تو اپنے فضل اور رحمت سے کھنڈروں کو آباد کر دیتا ہے اور اپنے قہر سے بلند اور صقیل شدہ عمارتوں کو ڈھا دیتا ہے

وَمَا کَانَ مِثْلُکَ قُدْرَةً وَّتَرَحُّمًا
وَمِثْلُکَ رَبِّیْ مَا اَرٰی مُتَفَرِّدَا

اور رحم اور قدرت میں تیرے جیسا کوئی بھی نہیں اور اے میرے رب! تیرے جیسا یگانہ میں نہیں دیکھ پاتا

فَسُبْحَانَ مَنْ خَلَقَ الْخَلَائِقَ کُلَّھَا
وَجَعَلَ کَشَیْءٍ وَاحِدٍ مُّتَبَدِّدَا

پاک ہے وہ ذات جس نے تمام مخلوقات کو پیدا کیا ہے اور منتشر (ذرات) کو ایک شے کی طرح بنا ڈالا

غَیُوْرٌ یُبِیْدُ الْمُجْرِمِیْنَ بِسُخْطِهٖ
غَفُوْرٌ یُّنَجِّی التَّائِبِیْنَ مِنَ الرَّدٰی

وہ غیرت مند ہے مجرموں کو وہ اپنے غضب سے ہلاک کر دیتا ہے وہ غفور ہے توبہ کرنے والوں کو ہلاکت سے نجات دیتا ہے

فَلَا تَاْمَنَنْ مِنْ سُخْطِهٖ عِنْدَ رُحْمِهٖ
وَلَا تَیْئَسَنَّ مِنْ رُحْمِهٖ اِنْ تَشَدَّدَ

اس کی رحمت کے وقت اس کے غضب سے بے خوف نہ ہو اور نہ کبھی اس کے رحم سے نا امید ہو اگر وہ سختی کرے

(القصائد الاحمدیہ طبع 2007ء صفحہ 65)

فارسی منظوم کلام

ہست یادت کلید ہر کارے

خلق جوید، پناہ و سایہ کس
واں پناہ ہمہ تو ہستی و بس

مخلوق کس کی پناہ اور سایہ ڈھونڈتی ہے مگر سب کی پناہ صرف تیری ذات ہے

ہست یادت، کلید ہر کارے
خاطرے ، بے تو خاطر آزارے

تیری یاد ہر مشکل کی کلید ہے۔ تیرے بغیر ہر خیال دل کا دکھ ہے

ہر کہ نالد بدر گہت بہ نیاز
بخت گم کردہ را بیابد باز

جو بھی تیری درگاہ میں عاجزی سے روتا چلاتا ہے وہ اپنی گم کی ہوئی قسمت کو دوبارہ پاتا ہے

لطف تو ، ترک طالباں نکُند
کس بکارِ رہت زیاں نکُند

تیری مہربانیاں طالبوں کو نہیں چھوڑتیں کوئی تیری راہ کے معاملے میں نقصان نہیں اٹھاتا

ذات پاکت بس ست یار یکے
دل یکے جاں یکے نگار یکے

تیری پاک ذات کا ہمارے لئے دوست ہونا کافی ہے۔دل بھی ایک ہے،جان بھی ایک ہے،محبوب بھی ایک ہونا چاہئے

﴿ درثمین فارسی مترجم صفحہ:5 ﴾

اردو منظوم کلام

حمد ربّ العٰلمین

کس قدر ظاہر ہے نور اس مبدءُ الانوار کا ۔۔۔ بن رہا ہے سارا عالم آئینہ اَبصار کا
چاند کو کل دیکھ کر میں سخت بے کل ہو گیا ۔۔۔ کیونکہ کچھ کچھ تھا نشاں اس میں جمالِ یار کا
اس بہارِ حسن کا دل میں ہمارے جوش ہے ۔۔۔ مت کرو کچھ ذکر ہم سے تُرک یا تاتار کا
ہے عجب جلوہ تری قدرت کا پیارے ہر طرف ۔۔۔ جس طرف دیکھیں وہی رہ ہے ترے دیدار کا
چشمۂ خورشید میں موجیں تری مشہود ہیں ۔۔۔ ہر ستارے میں تماشہ ہے تری چمکار کا
تو نے خود روحوں پہ اپنے ہاتھ سے چھڑکا نمک ۔۔۔ اس سے ہے شورِ محبت عاشقانِ زار کا

کیا عجب تو نے ہر اک ذرہ میں رکھے ہیں خواص
کون پڑھ سکتا ہے سارا دفتر ان اسرار کا

تیری قدرت کا کوئی بھی انتہا پاتا نہیں ۔۔۔ کس سے کھل سکتا ہے پیچ اس عقدہ دشوار کا
خوبرویوں میں ملاحت ہے ترے اس حسن کی ۔۔۔ ہر گل و گلشن میں ہے رنگ اس ترے گلزار کا
چشمِ مستِ ہر حسیں ہر دم دکھاتی ہے تجھے ۔۔۔ ہاتھ ہے تیری طرف ہر گیسوئے خمدار کا
آنکھ کے اندھوں کو حائل ہو گئے سو سو حجاب ۔۔۔ ورنہ تھا قبلہ ترا رُخ کافر و دیندار کا
ہیں تیری پیاری نگاہیں دلبرا اک تیغِ تیز ۔۔۔ جن سے کٹ جاتا ہے سب جھگڑا غمِ اَغیار کا
تیرے ملنے کے لئے ہم مل گئے ہیں خاک میں ۔۔۔ تا مگر درماں ہو کچھ اس ہجر کے آزار کا
ایک دم بھی کَل نہیں پڑتی مجھے تیرے سوا ۔۔۔ جاں گھٹی جاتی ہے جیسے دل گھٹے بیمار کا

شور کیسا ہے ترے کوچہ میں لے جلدی خبر
خوں نہ ہو جائے کسی دیوانہ مجنوں وار کا

﴿درثمین اردو﴾

رمضان المبارک کی اہمیت اور فیوض و برکات

﴿محمد محمود طاہر ۔ایڈیٹر ماہنامہ انصاراللہ﴾

ہم خوش نصیب ہیں کہ ایک دفعہ پھر رمضان المبارک ہم پہ سایہ فگن ہے ۔ یہ وہ موسم بہار ہے جس کی آمد کا بڑی شدت کے ساتھ ہمارے آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفی ﷺ انتظار فرمایا کرتے تھے ۔اور جب رمضان آجاتا تو رمضان میں جانی ،مالی ،بدنی ہر نوعیت کی عبادات کا نہ صرف خود خاص اہتمام فرماتے بلکہ اپنے اہل وعیال اور مومنوں کو بھی اس کے اہتمام کی تلقین فرماتے اور مختلف انداز میں اس بابرکت مہینہ کے فضائل اور فیوض سے آگاہ فرماتے تھے ۔آپؐ نے یہ بھی فرمایا کہ بڑا ہی بدقسمت ہے وہ شخص جس کی زندگی میں رمضان آیا اور وہ جنت میں داخل نہ ہوا اور یہ بھی فرمایا کہ جس نے ایمان اور احتساب کی حالت میں رمضان گزارا وہ جنت میں داخل ہوگیا۔

روزے فرض کئے گئے ھیں: اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف کی سورۃ البقرہ آیت 184-185 میں روزوں کی فرضیت کے احکام نازل فرمائے ہیں۔ یہ دونوں آیات اور اس کا ترجمہ اس شمارہ کے صفحہ نمبر 3 پر موجود ہیں ۔روزہ کے لئے عربی میں ''صوم'' کا لفظ ہے جس کے معنی امساک یعنی رکنے کے ہیں ۔دینی اصطلاح میں روزہ سے مراد طلوع فجر یعنی پو پھٹنے سے لے کر غروب آفتاب تک کھانے پینے اور میاں بیوی کے مخصوص تعلقات سے رکنا ہے بشرطیکہ یہ عبادت کی نیت سے ہو۔دنیا کے تمام بڑے مذاہب میں لفظ روزہ مختلف شکلوں میں پایا جاتا ہے ۔دینی تاریخ کے مطابق رمضان کے مہینہ میں روزے ہجرت نبویؐ کے دوسرے سال فرض ہوئے ۔ اس سے قبل یہودیوں کے روزہ میں سحری نہیں تھی بلکہ آٹھ پہر روزے کا دستور تھا۔ دین میں سحری کھانے کا حکم ہوا جس کا وقت آدھی رات کے بعد سے فجر کے طلوع ہونے تک ہے ۔سحر و افطار کے اوقات طلوع فجر سے غروب آفتاب تک کی پابندی کے ساتھ سحری میں تاخیر اور افطاری میں جلدی پسندیدہ ہے۔اس میں بھی سہولت مدنظر ہے ۔ حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرے سب سے پیارے بندے وہ ہیں جو نسبتاً زیادہ جلدی افطاری کرتے ہیں ۔(ترمذی ابواب الصوم)

بیمار اور مسافر کو روزے سے رخصت دی گئی ہے اور حکم دیا گیا ہے کہ وہ دوسرے ایام میں روزوں کی گنتی پوری کرلیں ۔

روزے کیوں فرض کئے گئے: روزہ پانچ ارکان دین میں سے ایک اہم رکن ہے جس میں ہر قسم کی عبادات اپنی معراج

کو پہنچتی ہیں۔اللہ کی خاطر انسان حلال چیزوں کے استعمال سے بھی رک جاتا ہے اور برائیوں سے بہرحال اپنے تئیں روکے رکھتا ہے۔قرآن کریم نے جب روزوں کی فرضیت کا اعلان فرمایا ہے تو فرمایا کہ یہ تم سے پہلے لوگوں پر بھی فرض کئے گئے تھے۔روزوں کی فرضیت کی حکمت اور فلاسفی کا بیان بھی سورۃ البقرۃ آیت 184 میں کر دیا گیا ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ یعنی تا کہ تم تقویٰ اختیار کر سکو۔برائیوں سے بچو اور نیکیوں کا حصول کر سکو اللہ تعالیٰ کا خوف اور اس کی محبت تمہارے دلوں میں پیدا ہو۔اللہ کی خاطر ہر قسم کی برائیوں سے بچو گے اور اس کی رضا کی راہوں پر چلو گے تو یقیناً اللہ کا وصال تمہیں حاصل ہوگا۔اسی لئے حدیث قدسی میں یہ آیا ہے کہ روزہ کی جزا خود خدا تعالیٰ کا ملنا ہے۔

آنحضورؐ نے فرمایا کہ اَلصَّوْمُ جُنَّةٌ یعنی روزہ ڈھال ہے۔ڈھال کا کام دشمن کے حملوں سے بچنا ہے۔روزہ شیطانی حملوں سے بچاتا ہے۔ہاں اس ڈھال کو استعمال کرنا مومن کا کام ہے کہ شیطان جس راہ سے حملہ کرے اس راہ میں روزہ کو ڈھال بنا کر استعمال کرے۔جب ہر شیطانی حملہ کے مقابل پر مومن روزہ کو ڈھال بنا لے گا تو لازماً آنحضورؐ کی اس بات کی حکمت بھی ہمارے لئے واضح ہو جائے گی کہ رمضان میں شیطان جکڑ دیئے جاتے ہیں۔شیطانی حملوں سے ہم محفوظ رہیں گے تو لازماً شیطان جکڑا جائے گا اور جنت کے دروازے ہمارے لئے وا ہوتے جائیں گے۔روزہ کی ایک حکمت نادار،مساکین اور غریب طبقے کے لئے ہمدردی کے جذبات پیدا کرنا اور ان کی ضروریات پوری کرنے کا احساس پیدا کرنا بھی ہے۔روزہ کی حالت میں خود بھوک برداشت کرنے،روزہ نہ رکھنے کی صورت میں مسکین کو کھانا کھلانے یا فدیہ رمضان ادا کرنے سے ہمدردی اور باہمی محبت کا جذبہ ترقی کرتا ہے۔سیدنا حضرت مصلح موعود فرماتے ہیں:''درحقیقت یہ قومی ترقی کا ایک بہت بڑا گر ہے کہ انسان اپنی چیزوں سے دوسروں کو فائدہ پہنچائے تمام قسم کی تباہیاں اسی وقت آتی ہیں جب کسی قوم کے افراد میں یہ احساس پیدا ہو جائے کہ ان کی چیزیں انہی کی ہیں دوسروں کا ان میں کوئی حق نہیں۔دنیا کے نظام کی بنیاد اس اصل پر ہے کہ میری چیز دوسرا استعمال کرے اور رمضان اس کی عادت ڈالتا ہے''۔ (تفسیر کبیر جلد دوم ص ۳۷۵۔۳۷۶)

رمضان کی ایک اور حکمت یہ بھی ہے کہ روزہ جسمانی بیماریوں کا بھی علاج ہے۔حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ہر چیز کو پاک کرنے کے لئے اس کی ایک زکوٰۃ ہوتی ہے اور جسم کی ظاہری و باطنی زکوٰۃ اور پاکیزگی کا ذریعہ روزہ ہے۔(ابن ماجہ کتاب الصوم) اور ایک حدیث میں آیا ہے کہ صُوْمُوْا تَصِحُّوْا۔تم روزے رکھا کرو صحت مند رہو گے۔ (جامع الصغیر للسیوطی)

سیدنا حضرت مصلح موعود فرماتے ہیں:۔''روزے کئی قسم کی امراض سے نجات دلانے کا موجب بن جاتے ہیں۔آج کل کی تحقیقات سے معلوم ہوا ہے کہ بڑھاپا یا ضعف آتے ہی اس وجہ سے ہیں کہ انسان کے جسم میں زائد مواد جمع ہو جاتے ہیں اور ان سے بیماری یا موت پیدا ہوتی ہے۔اور روزہ اس کے لئے بہت مفید ہے''۔ (تفسیر کبیر جلد دوم ص ۳۷۵)

رمضان اور قبولیت دعا: رمضان کا قبولیت دعا کے ساتھ گہرا تعلق ہے۔ دراصل روزوں کی حکمت اور فلاسفی لقاء الٰہی کا حصول ہے۔ محض بھوکا اور پیاسا رہنا اس سے مقصود نہیں۔ رمضان کے بارہ میں احکامات کے درمیان ہی سورۃ البقرہ کی آیت 187 میں فرمایا کہ جب میرے بندے تجھ سے میرے بارہ میں سوال کریں تو پس میں تو بہت ہی قریب ہوں۔ میں پکارنے والے کی پکار کا جواب دیتا ہوں جب وہ مجھے پکارے۔ پس بندوں کو چاہئے کہ وہ مجھ سے بہت دعائیں کیا کریں۔ رمضان کی برکات اور حکمتوں کا بیان اس آیت میں فرمادیا کہ رمضان میں خاص طور پر اللہ تعالیٰ بندہ کے قریب آجاتا ہے اور جب وہ اللہ سے مانگتا ہے تو اللہ قبول کرتا ہے۔ رمضان میں تہجد، سحری، نفلی عبادات، افطاری اور تراویح کے اوقات خاص قبولیت کا ماحول پیدا کرتے ہیں۔ تہجد تو دعاؤں کی قبولیت کا سب سے بہتر وقت ہوتا ہے۔ پھر نمازوں اور نوافل کے علاوہ روزہ کے افطار کا وقت بھی قبولیت کا ہوتا ہے۔ پس روزہ کی افطاری کے وقت بہت بابرکت گھڑی ہوتی ہے حدیث میں آیا ہے کہ روزہ دار کے لئے دوخوشیاں ہیں ایک خوشی اسے افطاری کے وقت حاصل ہوتی ہے اور دوسری اس وقت ہوتی ہے جب روزہ کی وجہ سے خدا سے اس کا لقاء ہوگا۔ (بخاری کتاب الصوم) اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ہر افطاری کے وقت اللہ تعالیٰ کچھ لوگوں کو (آگ سے) آزاد اور بری فرماتا ہے اور یہ (عمل) روزانہ شام کو ہوتا ہے۔ (ابن ماجہ کتاب الصوم) حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ افطاری کے وقت ایک ایسی دعا ہے جو رد نہیں کی جاتی۔ (ابن ماجہ کتاب الصوم) اس لئے افطاری کے وقت کے بابرکت لمحات کو ضائع نہیں کرنا چاہئے بلکہ قبولیت دعا کے اس وقت میں دعائیں کرنی چاہئیں۔ کیا اچھا ہو کہ انسان روزہ افطار ہونے سے چند منٹ قبل وضو کر کے تخلیہ میں بیٹھ کر اپنے خدا سے اپنی مرادیں مانگے۔ رسول کریم ﷺ سے افطار کے وقت میں ایک یہ عمدہ دعا پڑھنی بھی ثابت ہے۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ بِرَحْمَتِکَ الَّتِیْ وَسِعَتْ کُلَّ شَیْءٍ اَنْ تَغْفِرَلِیْ ذُنُوْبِیْ (مستدرک حاکم کتاب الصوم) کہ اے اللہ میں تجھ سے تیری اس رحمت کا واسطہ دے کر جو ہر شے پر حاوی ہے دعا کرتا ہوں کہ تو مجھے میرے گناہ بخش دے۔ حضرت مصلح موعود فرماتے ہیں:۔ ”اسی طرح دعا کے قبول ہونے کے اوقات بھی ہیں۔ لیکن وہ ظاہری سامانوں کی حدبندیوں کے نیچے نہیں ہوتے بلکہ وہ انسانی قلوب کی خاص حالتوں اور کیفیات سے تعلق رکھتے ہیں جنہیں وہی انسان محسوس کرسکتا ہے جس پر وہ حالت وارد ہو.......... پس رمضان کا مہینہ دعاؤں کی قبولیت کے ساتھ نہایت گہرا تعلق رکھتا ہے یہی وہ مہینہ ہے جس میں دعا کرنے والے کے متعلق اللہ تعالیٰ نے قریبٌ کے الفاظ استعمال فرمائے ہیں اگر وہ قریب ہونے پر بھی نہ مل سکے تو اور کب مل سکے گا“۔

(تفسیر کبیر جلد ۲ ص ۴۰۸، ۴۰۹)

رمضان اور تلاوت قرآن کریم: رمضان اور قرآن کریم کا آپس میں گہرا تعلق ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سورۃ البقرہ کی آیت ۱۸۶ میں فرمایا ہے: ”رمضان کا مہینہ جس میں قرآن کریم انسانوں کے لئے ایک عظیم ہدایت کے طور پر اُتارا گیا اور

ایسے کھلے نشانات کے طور پر جن میں ہدایت کی تفصیل اور حق و باطل میں فرق کر دینے والے امور ہیں''۔ یہ آیت کریمہ قرآن کریم کا رمضان المبارک کے ساتھ گہرا رشتہ باندھ رہی ہے۔ قرآن کریم کا نزول رمضان میں شروع ہوا اور پھر رمضان کے بارہ میں قرآنی تعلیمات نازل ہوئی ہیں رمضان میں تمام احکام قرآن کے اترنے کا عملی مظاہرہ اپنے عروج پر پہنچا ہوتا ہے۔ جب اللہ کے بندے اسکی عبادات میں منہمک ہوتے ہیں وہ حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی کی عملی کوششیں کرتے ہیں اور اپنے اندر پاک تبدیلی پیدا کرنے کی سعی بھی کرتے ہیں گویا کہ رمضان کے بارہ میں ہی قرآن نازل ہوتا دکھائی دیتا ہے۔ پس یہ مہینہ ہمیں اس بارہ میں متوجہ کرتا ہے کہ ہم قرآن کریم کی تلاوت اور اس پر تدبر و تفکر کرنے میں خصوصی توجہ دیں۔ حضرت جبریلؑ رمضان کے مہینہ میں آنحضرت ﷺ کو جس قدر قرآن کریم نازل ہوتا تھا اس کا دور کرواتے تھے اور آخری رمضان میں دوبار دور کروایا جس سے آنحضورؐ نے سمجھا کہ اب میری وفات کا وقت قریب ہے۔ حضرت جبریلؑ کا آنحضورؐ کو رمضان میں قرآن کا دور کروانا ہمیں یہ دعوت عمل دیتا ہے کہ ہم بھی رمضان المبارک میں قرآن کریم کا کم از کم ایک دور ضرور مکمل کریں اس سے زیادہ جس قدر توفیق مل سکے تو اتنا ہی باعث خیر و برکت ہوگا۔ رمضان اور قرآن کا ایک اور گہرا تعلق یہ ہے کہ یہ دونوں ہی ہمارے لئے روز قیامت اللہ کے حضور شفاعت کریں گے اور ہمارے لئے بخشش کے سامان پیدا کریں گے۔ اس لئے رمضان میں خاص طور پر تلاوت قرآن کریم کی طرف خود بھی التزام کرنا چاہئے اور اپنے اہل و عیال کو بھی اس کا پابند کرنا چاہئے تا رمضان اور قرآن ہمارے لئے روز قیامت سفارش کریں۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: روزے اور قرآن قیامت کے دن بندے کی سفارش کریں گے روزے کہیں گے اے میرے ربّ! میں نے اس بندے کو دن کے وقت کھانے پینے اور خواہشات سے روکا پس اس کے حق میں میری شفاعت قبول فرما۔ اور قرآن کہے گا میں نے اسے رات کو نیند سے روکے رکھا پس اس کے حق میں میری شفاعت قبول فرما۔ آنحضور ﷺ نے فرمایا کہ ان دونوں یعنی روزے اور قرآن کی سفارش قبول کی جائے گی۔ (مسند احمد حدیث نمبر ۶۳۳۷)

رمضان اور تلاوت قرآن کریم کے ضمن میں حضور انور ایدہ الودود فرماتے ہیں:

''قرآن کریم بھی رمضان میں ہر ایک کو کم از کم ایک دور مکمل کرنا چاہئے۔'' (خطبات مسرور جلد اول ص ۴۱۷)

پھر فرمایا:۔ ''تو جس قدر استطاعت ہے اس پر غور کرتا رہے۔ اس لئے قرآن شریف زیادہ پڑھنا چاہئے اور اس کی حسین تعلیم پر عمل کرنا چاہئے۔ اس سے حصہ لینا چاہئے۔ **بہر حال رمضان اور قرآن کی ایک خاص نسبت** ہے جیسا کہ حدیث میں آتا ہے کہ جبریلؑ ہر رمضان میں جتنا قرآن نازل ہو چکا ہوتا آنحضرت ﷺ کے ساتھ مل کر اسے دہراتے تھے۔ اس لئے بھی ان دنوں میں قرآن پڑھنے، سمجھنے اور درسوں میں شامل ہونے کی طرف توجہ دینی چاہئے تا کہ اس کا ادراک پیدا ہو، اس کو سمجھنے کی صلاحیت پیدا ہو، معرفت حاصل ہو''۔ (خطبات مسرور جلد اوّل ص ۴۱۷)

رمضان کا آخری عشرہ: رمضان کے آخری عشرہ کی خصوصی فضیلتیں بیان ہوئی ہیں۔ اس عشرہ میں ایک تو خصوصی

عبادت کا اہتمام ہے جب انسان خلوت نشینی میں حالت اعتکاف میں رہ کر عبادات بجالاتا ہے اور لقائے باری تعالیٰ کے حصول کے لئے سعی کرتا ہے۔اور پھر اس عشرہ میں لیلۃ القدر کی بابرکت اور مقدس رات آتی ہے جس کا حصول انسان کی روحانی زندگی میں ایک انقلاب برپا کرتا ہے۔اس عشرہ کا آنحضور ﷺ خصوصی اہتمام فرماتے تھے۔حضرت ابن عباسؓ بیان کرتے تھے کہ رسول کریمؐ نے فرمایا کہ اعتکاف کرنے والا گناہوں سے کنارہ کشی کر لیتا ہے اور مسجد میں بیٹھا رہنے کی وجہ سے اپنی جن نیکیوں سے وہ محروم رہتا ہے ان کا اجر بھی اللہ تعالیٰ اسے عطا فرماتا ہے۔(ابن ماجہ کتاب الصوم) حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ (رمضان کے) آخری عشرہ میں داخل ہوتے تو کمر ہمت کس لیتے اور اپنی رات کو (عبادت میں شب بیداری سے) زندہ کرتے اور اپنے گھر والوں کو بھی جگاتے۔(بخاری کتاب الاعتکاف) آپؐ فجر کی نماز کے بعد (بیسویں رمضان کو) اپنے خیمہ اعتکاف میں تشریف لے جاتے۔(ابوداؤد کتاب الصوم) حضرت عائشہؓ کی ہی ایک اور روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ رمضان کے آخری عشرہ میں عبادات میں جتنی کوشش و محنت اور مجاہدہ فرماتے تھے وہ جدوجہد اس کے علاوہ ایام میں کبھی نہیں دیکھی گئی۔(ابن ماجہ کتاب الصوم) اسی طرح آپؓ فرماتی تھیں کہ معتکف کے لئے سنت یہ ہے کہ نہ وہ مریض کی عیادت کرنے جائے، نہ جنازہ میں جا کر شریک ہو بیوی سے تعلقات قائم کرنے اور نہ ہی سوائے مجبوری کے کسی اور کام سے باہر نکلے اور اعتکاف روزہ کے ساتھ جامع مسجد میں ہونا چاہئے۔(ابوداؤد کتاب الصوم) نیز آپؓ فرماتی تھیں کہ رسول کریم ﷺ سوائے حاجت ضروریہ کے اعتکاف کے ایام میں گھر میں داخل نہیں ہوتے تھے۔(بخاری کتاب الاعتکاف) آخری عشرہ میں آنحضورؐ اعتکاف بھی فرماتے تھے اور لیلۃ القدر کی تلاش میں راتیں بھی زندہ کرتے تھے۔رمضان المبارک کے اس آخری عشرہ کی ایک اور برکت آنحضورؐ نے یہ بیان فرمائی ہے کہ: ”رمضان کی آخری رات میں میری امت کی مغفرت ہوتی ہے۔آپؐ سے پوچھا گیا اے خدا کے رسولؐ! کیا رمضان کی آخری رات لیلۃ القدر ہوتی ہے فرمایا نہیں بلکہ عمل کرنے والا جب عمل سے فارغ ہوتا ہے تو اس وقت اسے اس کا اجر دیا جاتا ہے (اور یہ مغفرت اس کا اجر ہے)“ (مسند احمد جلد ۲ ص ۲۹۲) نیز فرمایا ”جس شخص کو لیلۃ القدر میں کامل ایمان کے ساتھ اور ثواب کی نیت سے عبادت کرنے کی توفیق ملے تو اس کے گناہ معاف کئے جاتے ہیں“ (بخاری کتاب الصوم) ایک دفعہ حضرت عائشہؓ نے عرض کی کہ اے اللہ کے رسول اگر مجھے پتہ چل جائے کہ کونسی رات لیلۃ القدر ہے تو میں اس میں کیا دعا کروں؟ آنحضورؐ نے فرمایا یہ دعا کرو: ”اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ عَفُوٌّ کَرِیْمٌ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّی“ (ترمذی و ابن ماجہ کتاب الصوم) کہ اے اللہ یقیناً تو تو بہت معاف کرنے والا باعزت ہے تو عفو کو پسند کرتا ہے پس تو مجھے معاف کر۔

اللہ تعالیٰ ہمیں رمضان المبارک کی برکات و فیوض سے کماحقہ، فائدہ اٹھانے کی توفیق عطا فرمائے اور ان ایام کو خصوصیت کے ساتھ دعاؤں میں گزارنے کی توفیق دے۔خاص طور پر اپنے پیارے امام کی صحت و سلامتی اور اشاعت دین کی مہمات میں روح القدس کے ساتھ آپ کو تائید حاصل ہونے، مجبور احمدیوں کے مصائب کے خاتمہ کے لئے، شہداء اور اسیران کے خاندانوں کے لئے اور وطن عزیز کے حالات کی بہتری کے لئے بھی دعائیں کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین۔

عیدالفطر مسائل وبرکات

1۔ عید کے روز صبح سویرے اُٹھنا غسل کرنا ،حسب توفیق عمدہ لباس پہننا، آرائش کرنا ،خوشبو لگانا ،مسواک کرنا، عیدگاہ میں جلد جانا ،نماز شہر سے باہر پڑھنا وغیرہ مسنون امور ہیں۔

2۔ حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نماز عید کے لئے ایک راستہ سے جاتے اور دوسرے راستہ سے واپس تشریف لایا کرتے تھے۔ (مشکوٰۃ کتاب المناسک باب صلوٰۃ العیدین)

3۔ عید کے روز یہ تکبیرات پڑھی جائیں:۔

اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ

4۔ تمام عورتوں کا عیدگاہ میں جانا اور نماز میں شریک ہونا ضروری ہے۔ البتہ جو حائضہ ہوں وہ نماز میں شریک نہ ہوں۔ حضرت اُمّ عطیہؓ سے مروی ہے کہ:۔

"رسول کریم ﷺ نے ہم کو حکم دیا کہ ہم عیدین میں پردہ نشین عورتوں کو بھی عیدگاہ میں لے جائیں مگر حائضہ عورتیں نماز پڑھنے والیوں سے الگ ایک طرف بیٹھ کر شریک دعا ہوں۔ ایک عورت نے کہا کہ یارسول اللہ! اگر کسی کے پاس اوڑھنے کا کپڑا نہ ہو تو پھر؟ آپؐ نے فرمایا کہ اسے دوسری عورت اپنی چادر میں شریک کرلے" (جامع ترمذی ابواب العیدین باب فی خروج النساء فی العیدین)

5۔ یہ امر بھی مسنون ہے کہ عید الفطر میں جانے سے قبل کچھ نہ کچھ کھالیا جائے۔ چنانچہ حضرت بریدہؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ عید الفطر میں تو کھائے بغیر نہ جاتے۔ (جامع ترمذی ابواب العیدین باب فی الاکل یوم الفطر قبل الخروج)

6۔ عید کی نماز شہر سے باہر ہونی چاہئے۔ ہاں اگر بارش یا کوئی اور امر مانع ہو تو نمازوں کے مرکز میں بھی ہوسکتی ہے۔ حضرت ابوھریرہؓ سے مروی ہے کہ ایک عید کے موقع پر بارش تھی تو آنحضرت ﷺ نے عید کی نماز مسجد میں پڑھائی۔

(ابوداؤد کتاب الصلوٰۃ باب یصلی بالناس فی المسجد اذا کان یوم مطر)

7۔ نماز عید کا طریق دو رکعت نماز اس طرح پڑھی جاتی ہے کہ جب امام تکبیر تحریمہ کہے تو اس کے بعد ہاتھ باندھ کر ثناء پڑھے۔ پھر پہلی رکعت میں قرأت سے قبل سات تکبیریں کہے۔ ہر ایک تکبیر کے ساتھ ہاتھ اُٹھائے جائیں جیسے نماز کے شروع کرتے وقت اُٹھائے جاتے ہیں مگر فرق صرف اس قدر رہے کہ اوّل تکبیر میں تو تکبیر کے بعد ہاتھ باندھ لئے جاتے ہیں

اور ثناء پڑھی جاتی ہے جبکہ باقی تکبیروں میں ہاتھ اٹھانے کے بعد کھلے چھوڑے جاتے ہیں اور ساتویں تکبیر کے بعد ہاتھ باندھ کر تعوّذ قرأت یعنی سورۃ فاتحہ اور کوئی سی سورۃ بلند آواز سے پڑھی جاتی ہے۔ دوسری رکعت میں قرأت شروع کرنے سے پہلے پانچ تکبیریں اسی طرح کہی جائیں جس طرح پہلی رکعت میں کہی تھیں اور پھر دوسری رکعت پوری کر کے التحیات بیٹھ کر تشہد، درود شریف اور دعا وغیرہ پڑھ کر سلام پھیرا جائے۔ اس طرح دو رکعت نماز عید پوری ہو جاتی ہے۔

8۔ یہ امر بھی مسنون ہے کہ نماز عید کی پہلی رکعت میں سورۃ فاتحہ کے بعد سبّح اسمَ ربك الاعلیٰ اور دوسری رکعت میں سورۃ فاتحہ کے بعد ھل اتاك حدیث الغاشیه یا سورۃ ق اور سورۃ القمر پڑھی جائے۔

9۔ نماز عید کے بعد امام خطبہ پڑھے جس میں وعظ و نصیحت کی جائے۔ یہ خطبہ عید بھی جمعہ کی طرح ہونا چاہئے۔ یعنی خطبہ کے آخر میں ایک دفعہ بیٹھ کر پھر خطبہ ثانیہ پڑھے اور آخر میں اجتماعی دعا کروائی جائے۔

10۔ آنحضرت ﷺ نے عید الفطر کی نماز سے قبل فطرانہ ادا کرنے کی تاکید فرمائی ہے کیونکہ عید کی خوشیوں میں غرباء اور مساکین کو بھی شامل کرنا نہایت ضروری ہے۔

عید الفطر کی برکات

حضرت انسؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ:۔

''جب لیلۃ القدر ہوتی ہے تو جبرائیل ملائکہ کی ایک جماعت سمیت اترتے ہیں اور ان تمام لوگوں پر سلام و درود بھیجتے ہیں جو ذکر الٰہی کر رہے ہوتے ہیں۔ پھر جب ان کا عید الفطر کا دن آتا ہے تو اللہ تعالیٰ مومنوں کے ذریعہ سے ملائکہ پر فخر کرتا ہے اور ان سے فرماتا ہے کہ اے میرے فرشتو! اس مزدور کا کیا بدلہ ہے جس نے اپنا کام پوری طرح سرانجام دے دیا ہے؟ فرشتے عرض کریں گے کہ ایسے شخص کو اس کی پوری مزدوری ملنی چاہئے۔ پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ اے میرے فرشتو! یہ میرے بندے اور بندیاں اس فرض کو ادا کرنے کے بعد جو میں نے ان پر مقرر کیا تھا اب عاجزانہ طور پر دعا کے لئے نکلے ہیں۔ مجھے اپنی عزّت، اپنے جلال اپنی سخاوت، اپنی بلند شان اور بلند مرتبہ کی قسم ہے کہ میں آج ان کی دعاؤں کو ضرور قبول کروں گا۔ پھر اللہ تعالیٰ اپنے مؤمن بندوں سے کہتا ہے کہ تم اس حال میں واپس جاؤ کہ میں نے تمہیں بخش دیا ہے اور تمہاری بدیوں کو نیکیوں سے بدل دیا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ وہ خدا کی مغفرت حاصل کر کے گھروں کو لوٹتے ہیں۔''

﴿مشکوۃ المصابیح کتاب الصوم باب لیلۃ القدر﴾

﴿تیار کردہ: نظارت اصلاح و ارشاد مرکزیہ﴾

جماعت احمدیہ اور محبت قرآن۔صادقانہ محبت کے عاشقانہ نظارے

قرآن پڑھنے، پڑھانے کی سچی لگن کے دلکش واقعات

﴿مکرم عبدالسمیع خان صاحب: قائد تعلیم القرآن﴾

عشق کا منبع: حضرت مولوی رحیم بخش صاحب رفیق حضرت مسیح موعود بیان کرتے ہیں:۔ایک مرتبہ میں قادیان میں آیا۔حضور جس کمرے میں تشریف رکھتے تھے۔خاکسار اس کمرے کے باہر سویا ہوا تھا۔رات کو عاجز کی آنکھ کھلی تو کیا سنتا ہوں کہ حضور چلا چلا کر قرآن شریف کی تلاوت فرما رہے ہیں۔جیسے کوئی عاشق اپنے محبوب سے عشق کا اظہار کرتا ہے۔حضور کے عشق کی کیفیت عاجز کے بیان سے باہر ہے۔ (الحکم 21 جولائی 1934ء ص4)

حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی تحریر فرماتے ہیں:۔حضرت مسیح موعود کی تلاوت قرآنی کے واقعات عجیب وغریب ہیں اور ان کی متواتر شہادت ان لوگوں سے ملی ہے جنہوں نے بلاواسطہ آپ کو تلاوت کرتے ہوئے سنا ہے۔آپ کے کلام میں ایک درد، رقت اور محبت کی لہر ہوتی تھی، باوجودیکہ اس میں موسیقی کا رنگ نہ ہوتا تھا۔مگر اس میں بے انتہا جذب اور کیف آور لہر ہوتی تھی۔آپ کے قرآن مجید پڑھنے کے کئی طریق تھے۔بعض اوقات آپ قرآن مجید کو اس نیت سے پڑھتے تھے جبکہ آپ کو کوئی مضمون لکھنا ہوتا تھا۔اس کا رنگ بالکل الگ تھا۔بعض اوقات قرآن مجید کی تلاوت اللہ تعالیٰ سے محبت وعشق کی کیفیت میں ایک ہنگامہ خیز کیف پیدا کرنے کے لئے کرتے تھے اور یہ علی العموم آپ رات کو فرماتے تھے جبکہ دنیا سوئی ہوتی تھی۔اس وقت آپ گنگنا کر قرآن مجید پڑھتے اور آپ پر ایک وجد کی کیفیت طاری ہوتی تھی اور اس کیفیت کا ذکر آپ نے ان الفاظ میں فرمایا ہے۔

دل میں یہی ہے ہر دم تیرا صحیفہ چوموں قرآں کے گرد گھوموں کعبہ مرا یہی ہے

(الحکم 21 جولائی 1934ء ص4)

حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ: حضرت مسیح موعود نے عشق قرآن کا یہی پودا اپنی جماعت کے دلوں میں لگایا۔جس کا ایک بہت تناور درخت حضرت خلیفۃ المسیح الاول کے پاکیزہ سینہ سے بلند ہوا۔آپ کی زندگی کی تمام مصروفیات عشق قرآن کے گرد گھومتی تھیں اور اس کے عجیب وغریب واقعات دلوں میں محبت قرآن کے نئے ولولے پیدا کرتے ہیں۔آپ نے ہی جماعت احمدیہ میں درس قرآن کا لامتناہی سلسلہ جاری کر دیا۔فرماتے ہیں:۔تقریر کے لئے اثر پیدا کرنا اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے۔پھر خدا تعالیٰ اس شخص کی بات کو ضائع نہیں جانے دیتا۔ایک شخص یہاں آیا جو میری محبت سے معمور نظر آتا تھا۔میں نے اسے پوچھا تو اس نے کہا آپ نے ایک دفعہ درس میں فرمایا تھا اگر کوئی شخص قل ھو اللہ جتنا قرآن ہر روز یاد کرے تو 7 سال میں حافظ ہو جائے۔میں نے اس پر عمل شروع کیا۔اب ستائیسواں پارہ حفظ کرتا ہوں۔(الحکم 7 فروری 1910ء ص7)

حضرت مصلح موعود: حضرت خلیفۃ المسیح الاول سے فیضیاب ہونے والوں میں وہ نادر وجود بھی تھا جو علوم ظاہری وباطنی سے پُر کیا گیا تھا اور جس کے ذریعہ دنیا پر کلام اللہ کا مرتبہ ظاہر ہوا۔حضرت مصلح موعود نے قرآن کریم کے جو

معارف بیان فرمائے اور اس کی ترویج کے لئے جو نظام ترتیب دیا وہ رہتی دنیا تک آپ کے عشق کی گواہی دیتا رہے گا۔ یہاں صرف آپ کے عشق قرآن کے دو نمونے دکھانے مقصود ہیں۔ حضور پر 1954ء میں قاتلانہ حملہ ہوا۔ علاج کے لئے یورپ بھی تشریف لے گئے مگر صحت مسلسل گرتی گئی۔ 1956ء میں حضرت مصلح موعود اپنی بیماری کے ذکر میں فرماتے ہیں:۔

لائلپور میں ایک بڑے لائق ڈاکٹر ہیں۔ میں نے ان کو یہاں بلوایا اور میں نے کہا کہ دیکھنے میں نے قرآن شریف کا ایک سیپارہ ہی پڑھا تھا کہ میری طبیعت گھبرا گئی۔ اس بیچارے کو تو قرآن شریف پڑھنے کی عادت نہیں تھی کہنے لگا ایک سیپارہ یہ تو بڑی چیز ہے۔ میں نے کہا آپ میرا حال تو نہیں جانتے میں نے تو تندرستی میں بعض دفعہ رمضان شریف میں پندرہ پندرہ سولہ سولہ سیپارے ایک سانس میں پڑھے ہیں۔ پس میری تو ایک سیپارہ پر گھبراہٹ سے جان نکلتی ہے کہ مجھے ہو کیا گیا ہے کہ یا تو پندرہ سولہ سیپارہ پڑھنے اور ساتھ ہی زبان سے بھی پڑھتے جانا اور آنکھوں سے بھی دیکھتے جانا اور کجا یہ کہ ایک سیپارے کے ساتھ ہی گھبراہٹ شروع ہو جاتی ہے۔ وہ بے چارہ اس پر کہنے لگا کہ یہ تو بہت بڑا کام ہے۔ (روزنامہ الفضل 14؍فروری 1956ء)

حضور نے افتتاحی خطاب جلسہ سالانہ 26 دسمبر 1958ء میں فرمایا:۔ اب یہ حالت ہے کہ کھڑا ہونا بھی میرے لئے مشکل ہوتا ہے۔ بیٹھنا بھی مشکل ہوتا ہے اور رات کو لیٹنا بھی میرے لئے مشکل ہوتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کا یہ احسان رہا ہے کہ باوجود بیماری کے حملہ کے اور اس پر ایک لمبی مدت گزر جانے کے مجھے قرآن کریم نہیں بھولا۔ میں جب بھی قرآن کریم کی کوئی آیت پڑھتا ہوں۔ اس کے نئے نئے معارف میرے دل میں آتے جاتے ہیں اور پھر اس سال تو قرآن کریم کے کثرت سے پڑھنے کی اتنی توفیق ملی ہے جو اس سے پہلے کبھی نہیں ملی۔ یعنی باوجود بیماری کی تکلیف کے اس سال جون سے لے کر اس وقت تک 25,24 دفعہ میں قرآن کریم ختم کر چکا ہوں۔ (الفضل 24 جنوری 1959ء)

روٹری کلب لاہور کے صدر مسٹر سعید۔ کے۔ حق کی دعوت پر حضور نے ان کے کلب میں Service Above Self کے موضوع پر خطاب فرمایا۔ حق صاحب اس علمی خطاب کے متعلق اپنے اور دوسرے حاضرین کے تاثرات بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔ حضرت صاحب نے قریباً ایک گھنٹہ تک اس موضوع پر دلکش پیرایہ میں فاضلانہ اور پُر اثر انگریزی زبان میں ایڈریس کیا جس کو تمام ممبران نے بہت سراہا۔ لیکچر ختم ہونے کے بعد کئی ایک ملکی اور غیر ملکی ممبران، ممبرات اور خاص الخاص مہمانوں نے مجھ سے دریافت کیا کہ حضرت صاحب ولایت یا امریکہ کی کونسی یونیورسٹی سے فارغ التحصیل ہیں۔ جن ممبران نے حضور کو مدعو کرنے کی مخالفت کی تھی ان پر بھی اتنا اثر ہوا کہ وہ مجھ سے کہہ رہے تھے کہ حضور کو پھر بھی بلائیں ...... آخر غیر ملکی مہمانوں نے حضرت صاحب سے پوچھ ہی لیا کہ جناب آپ کس یونیورسٹی سے فارغ التحصیل ہیں۔ حضرت صاحب نے جواب دیا کہ **میں قرآن کی یونیورسٹی سے پڑھا ہوں اور تمام علوم قرآن سے ہی حاصل کئے ہیں۔ کسی کالج یا یونیورسٹی کا پڑھا ہوا نہیں ہوں''۔** (سوانح فضل عمر جلد 5 ص 544)

حضرت مولانا سید سرور شاہ صاحب کے درس قرآن: اخبار بدر قادیان لکھتا ہے:۔ درس قرآن حقائق آگاہ سید سرور شاہ صاحب فرماتے ہیں۔ مولانا کا طرز بیان نہایت دلچسپ اور وسیع واقع ہوا ہے۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کے ربط اور فصاحت و بلاغت کے بارے میں ایک خاص علم دیا ہے۔ قادیان میں رہنے والے احباب کو قرآن سیکھنے کے لئے نہایت عمدہ موقع ہے۔ مولانا صاحب نہایت باقاعدہ درس دیتے ہیں۔ پہلے الفاظ کی تشریح فرماتے ہیں

پھر آیت کے معنے بیان کرتے ہیں پھر دوسری آیات سے اس کا ربط بتاتے ہیں اور مخالفین کے اعتراضات کا جواب دیتے ہیں۔ اگر اول سے آخر تک توجہ رکھی جائے تو معلومات میں بہت سی ترقی ہو سکتی ہے۔ (بدر قادیان 25 جون 1908ء ص5)

حضرت مولوی غلام نبی صاحب: حضرت مولوی غلام نبی صاحب رفیق حضرت مسیح موعود کے متعلق حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی لکھتے ہیں:۔مولانا کو قرآن کریم سے از حد محبت ہے۔ بلکہ ایک عشق ہے۔خالی وقت میں قرآن کریم پر تدبر کرتے ہیں۔مولانا نے بعض قرآنوں پر ہزاروں مرتبہ پڑھا ہوگا۔ اکثر حصہ قرآن کریم کا حفظ ہے۔ بیماریوں کی وجہ سے سارا قرآن حفظ نہ کر سکے۔تاہم بہت حد تک حافظ ہیں۔مولانا اکثر طالب علموں کو قرآن کریم حفظ کرانے کی کوشش کرتے اور بلکہ بار ہا فرماتے کہ قرآن کریم حفظ کرنا مشکل ہی نہیں۔ ہر روز دو تین آیت حفظ کر لیں اور ان کو سنن اور نوافل میں اور وتروں میں پڑھتے رہے۔ جب خوب حفظ ہو گئیں۔پھر آگے کی آیتیں حفظ کر لیں اور حقیقت میں یہ طریق نہایت ہی عمدہ ہے۔اس سے مولانا کی محبت قرآنی کا پتہ چلتا ہے۔مولانا نے جب پہلی شادی کی تو حضرت خلیفہ اول کے ایک چھوٹے سے مکان میں رہتے تھے۔میں اس وقت ان سے سلسلہ القراۃ العربیہ کا پہلا حصہ پڑھتا تھا۔مولانا کے گھر میں چلا جایا کرتا تھا کیونکہ میں اس وقت بچہ تھا۔ میں نے دیکھا کہ مولانا کی شادی کو ابھی دو تین دن ہی ہوئے تھے مگر مولانا اپنی بیوی کو روزانہ باقاعدہ قرآن کریم ترجمے سے پڑھاتے تھے۔میں ان کی اندرون خانہ زندگی پر اس سے زیادہ بحث نہیں کر سکتا کیونکہ اس وقت مجھ کو زیادہ شعور نہ تھا۔تاہم مجھ کو خوب یاد ہے کہ مولانا شادی کے بعد معاً اپنی مرحومہ بیوی کو قرآن کریم پڑھانے لگ گئے تھے اور اگر ان کے گھر میں کوئی بات ہوتی تو قرآن کی۔ (الحکم 21 ستمبر 1923ء ص5)

حضرت حکیم فضل دین صاحب بھیروی: حضرت حکیم فضل دین صاحب بھیروی رفیق حضرت مسیح موعود قرآن مجید کا درس باقاعدہ دیتے تھے۔احمدی اور غیر احمدی بھی اس سے مستفید ہوتے تھے۔ایک دفعہ مکرم حکیم اللہ دین صاحب آف شیخ پور نزد بھیرہ کو جو غیر احمدی تھے کہا کہ مرزائیوں کا درس کیوں سنتے ہو؟ تو انہوں نے جواباً کہا کہ اب سوائے احمدیوں کے قرآن کو کوئی نہیں جانتا۔ (تاریخ احمدیت بھیرہ ص40)

حضرت ملک مولا بخش صاحب: حضرت ملک مولا بخش صاحب رفیق حضرت مسیح موعود کو قرآن عظیم کے مطالعہ اور اس پر غور و تدبر کرنے کا بہت شوق تھا۔جب کسی آیت کی لطیف تفسیر ذہن میں آتی اسے نوٹ کر لیتے۔''الفضل'' اور''ریویو آف ریلیجنز'' انگریزی میں آپ کے کئی مضامین چھپے ہوئے ہیں۔ (الفضل 27 اکتوبر 2008ء)

حضرت سید محمود اللہ شاہ صاحب: حضرت سید محمود اللہ شاہ صاحب بچپن میں اپنے والدین کے ساتھ قادیان گئے اور حضرت مسیح موعود کو قرآن شریف کا ایک حصہ پڑھ کر سنایا۔حضرت مسیح موعود سن کر بہت خوش ہوئے اور ان کو پیار سے گود میں بٹھا لیا۔ (روزنامہ الفضل ربوہ 23 جنوری 1953ء) (سید محمود اللہ شاہ ص4)

حضرت سید محمود اللہ شاہ صاحب قرآن مجید کے حافظ تھے اور کلام اللہ سے ان کو گہرا عشق تھا۔آپ نے سکول میں قرآن مجید حفظ کرنے کا اس طرح انتظام کر رکھا تھا کہ کلاسوں کے لحاظ سے قرآن مجید کے پاروں کو حفظ کرنے کے لئے تقسیم کیا ہوا تھا۔ہر کلاس کے دو سیکشن ہوا کرتے تھے۔چھٹی سے لے کر کلاس دہم تک پانچ کلاسیں تھیں۔ہر کلاس کے ذمہ چھ چھ پارے حفظ کرنے کے لئے لگا دیئے جاتے تھے۔اسی طرح سکول کے سارے طلباء اگر جمع ہوں تو سارا قرآن مجید زبانی سنا جا سکتا تھا۔

کلاسوں کے انچارج اس کام کے ذمہ وار ہوا کرتے تھے۔ (سید محمود اللہ شاہ صاحب ص 87)

آپ کے متعلق مکرم منیر احمد صاحب بانی لکھتے ہیں:۔ مجھے خوب یاد ہے ہماری جماعت میں ہر طالب علم کے ذمہ ایک رکوع تھا اس طرح ساری کلاس نے مل کر پورا پارہ یاد کر لیا اور سارے سکول نے مل کر پورا قرآن پاک حفظ کر لیا۔

(الفضل 28 فروری 2011ء صفحہ 4 کالم 4)

حضرت ڈاکٹر حشمت اللہ خان صاحب: مکرم عبدالشکور اسلم صاحب لکھتے ہیں کہ مجھے اپنے تایا جان حضرت ڈاکٹر حشمت اللہ صاحب کے ساتھ 1953-54ء میں 6 ماہ کے قریب رہنے کا موقع ملا۔ میں اس وقت میٹرک کا طالبعلم تھا۔ جس چیز نے مجھے سب سے زیادہ متاثر کیا اور جس کا میری آئندہ زندگی پر بہت اثر پڑا۔ وہ حضرت ڈاکٹر صاحب کا قرآن مجید سے عشق تھا۔ ہمارے دن کا آغاز کچھ اس طرح ہوتا کہ اندازاً ساڑھے تین بجے صبح حضرت تایا جان مجھے جگا دیتے۔ اس عرصہ میں وہ خود حوائج ضروریہ اور وضو سے فارغ ہو چکے ہوتے۔ نیم گرم پانی مجھے تیار ملتا۔ اس وقت میرا کام یہ ہوتا کہ میں بھی حوائج ضروریہ سے فارغ ہو کر اور وضو کر کے ان کے ساتھ تہجد میں شامل ہو جاؤں۔ ان کی یہ بڑی خواہش ہوتی تھی کہ میں ان کے ساتھ تہجد میں باقاعدگی سے شامل ہوں۔ میرا نوعمری کا عالم تھا اس لئے نیند کا غلبہ قدرتی امر تھا۔ بہر حال ان کی محبت اور شفقت نے مجھے اس قابل بنا دیا کہ میں ان کے ساتھ تہجد میں شامل ہونے لگا۔

نماز تہجد کے بعد نماز فجر کی تیاری شروع ہو جاتی۔ سنتوں کی ادائیگی کے بعد باجماعت نماز فجر ادا کرتے۔ اس کے بعد قرآن مجید کا دور شروع ہو جاتا۔ حضرت تایا جان مجھے قرآن کریم کی تفسیر بتاتے اور سمجھاتے کہ قرآن مجید کی ایک آیت سے دوسری آیت کا کس طرح تعلق ہوتا ہے اور اس سے کس طرح مضمون اخذ کیا جاتا ہے۔ اس غرض کے لئے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی تفسیر کا حوالہ دینا، بزرگوں کی تفاسیر کا ذکر کرنا اور پھر اپنا نقطہ نظر بیان کرنے کا طریق کار تھا۔ حضرت تایا جان بڑے دلچسپ مضامین بیان کرتے جس سے ان کی قرآن مجید سے گہری وابستگی کا پتہ چلتا۔ قرآن مجید کی پیشگوئیاں اور قرآن مجید کے مختلف مضامین بیان کرنا ان کا محبوب مشغلہ تھا۔ اس کا ثبوت اس بات سے بھی ملتا ہے کہ جب میں ملازمت کے سلسلے میں ربوہ سے باہر چلا گیا تو بذریعہ خطوط مجھے بعض تازہ مضامین بتاتے اور اس بات کا اظہار شدت سے کرتے کہ جب تم ربوہ آؤ تو بجائے اپنے والدین کے گھر جانے کے سیدھے میرے پاس آؤ۔ اس عرصہ میں جو نئے مضامین سامنے آئے ہوں ان کو نوٹ کر وا اور پھر اپنے گھر جاؤ۔ اس بات کا بھی خیال رکھتے تھے کہ میں علماء کے درسوں میں شامل ہوں اور جو نئے نکات بیان ہوں ان کا ذکر بھی کروں۔ چنانچہ ہر رمضان میں بیت مبارک ربوہ میں قرآن مجید کا درس ہوتا تھا۔ ان درسوں میں شامل ہونا اور ان کا تذکرہ کرنا بھی ضروری تھا۔ (لا ز محمود ص 432)

حضرت مولوی غلام حسن صاحب: حضرت مصلح موعود فرماتے ہیں:۔ مولوی غلام حسن صاحب حضرت مسیح موعود کے ایک پرانے اور مخلص خادم لاہور میں تھے۔ اگر چہ ان کی عمر ستر سال کے قریب تھی مگر جوش ان کے اندر جوانوں سے بھی زیادہ تھا۔ ان کی یہ حالت تھی کہ اگر ان سے کوئی کہہ دے کہ میں قرآن شریف یا حدیث یا عربی پڑھنا چاہتا ہوں تو خواہ اس کا مکان چار میل دور ہو۔ بلا ایک پیسہ معاوضہ لئے بلاناغہ اس کے مکان پر پہنچ جاتے تھے۔ (الفضل 25 دسمبر 1930ء ص 5)

حضرت ماسٹر چوہدری محمد علی اشرف صاحب: سیدنا حضرت مسیح موعود کی خدا نما مجلس اور پاکیزہ صحبت کی برکتوں نے کس طرح آپ کے خدام میں عشق قرآن اور ایثار نفس کے اوصاف نمایاں کر دیئے اس کا ایک نمونہ حضرت ماسٹر چوہدری محمد علی خان صاحب اشرف کے قلم سے درج ذیل کیا جاتا ہے۔ فرماتے ہیں:۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ہم کرم دین کے مقدمہ میں بہت سے لوگ حضرت اقدس کے ساتھ گورداسپور میں تھے۔ میرے پاس ایک بڑے سائز کا مترجم قرآن شریف تھا۔ جو مہاراجہ صاحب کپورتھلہ نے اپنے ہاتھ سے دربار خاص میں مجھے انعام دیا تھا۔ کیونکہ میں نے آٹھویں جماعت خاص امتیاز سے مہاراجہ کی ریاست میں پاس کی تھی اور مجھ سے دریافت کیا گیا تھا کہ انعام میں کیا لو گے تو میں نے قرآن مجید مترجم کے لئے عرض کیا اور وہی مجھ کو دیا گیا۔ جس پر ماسوائے یونیورسٹی پنجاب کی سند کے ریاست کی طرف سے بھی مطبوعہ سند جلد قرآن کریم کے اندر کی طرف آویزاں و چسپاں تھی۔ وہ قرآن کریم چونکہ موٹے حروف میں تھا نیز مجھے انعام میں ملا ہوا تھا۔ مجھے اتنا عزیز تھا کہ ہمیشہ میں اس انعامی قرآن شریف کو سفر و حضر میں اپنے ساتھ رکھتا تھا۔ حضرت کے دوست احباب بھی وہاں موجود تھے۔ حضرت مولوی عبدالستار صاحب کابلی بھی تھے۔ انہوں نے اس قرآن شریف کو دیکھ کر ایسا پسند کیا کہ مجھ سے مانگنے پر مجبور ہو گئے۔ مجھے فرمایا کہ ''چونکہ میری نظر کمزور ہے اس لئے مجھے اپنا جلی حروف والا قرآن کریم دے دو'' اور مجھے چھوٹی سی عکسی حمائل اس کے بدلے میں دے دی اور قرآن مجید مجھ سے لے لیا۔ حضرت اقدس کی صحبت میں رہنے سے چھوٹے چھوٹے بچوں میں بھی ایثار کا مادہ پیدا ہو گیا تھا۔ باوجودیکہ میں طالب علم تھا اور انعامی قرآن کریم کا گرویدہ مگر میں نے ان کی درخواست کو رد کرنا مناسب نہ سمجھا اور ان سے دعائیں لیں۔ (الحکم 28 جنوری 1935ء ص5)

حضرت حافظہ زینب بی بی صاحبہ: حضرت حافظہ زینب بی بی صاحبہ اہلیہ حضرت مولوی فضل الدین صاحب کھاریاں حضرت مسیح موعود کی رفیقہ تھیں۔ ان کے متعلق ان کی نواسی طاہرہ جبیں صاحبہ لکھتی ہیں۔ آپ کی آواز بہت بلند تھی۔ قرآن کریم کی تلاوت بلند آواز سے کرتیں تو دل میں گھبراہٹ سی ہوتی کہ آواز چاردیواری سے باہر نہ جائے۔ ایک دن آپ نے حضرت نانا جان سے پوچھا کہ قرآن کریم کی تلاوت کرتے ہوئے میری آواز باہر جاتی ہے اس کا میں کیا کروں؟ آپ نے فرمایا کوئی حرج نہیں جہاں تک آپ کی تلاوت کی آواز جائے گی۔ آپ کے حق میں شہادت جائے گی یعنی قیامت کے روز قرآن کریم آپ کا گواہ ہوگا۔ ایک دن آپ قرآن کریم کی تلاوت کر رہی تھیں کہ ادھر سے سید حامد شاہ صاحب کا گزر ہوا۔ آپ کی تلاوت سن کر انہوں نے گھر جا کر اپنی بچیوں کو قرآن کریم پڑھنے کے لئے بھیج دیا۔ اسی طرح اور لوگوں نے اپنے بچے قرآن کریم پڑھنے کے لئے بھیج دیئے۔ عورتیں بھی اپنے کاموں سے فارغ ہو کر قرآن کریم۔ قاعدے پڑھنے کے لئے آنے لگیں۔ اس طرح یہ سلسلہ تا زندگی جاری رہا۔ ایک دفعہ حضور نے دریافت فرمایا آپ میں کتنی عورتیں حافظ قرآن کریم ہیں۔ اس بات نے آپ پر گہرا اثر کیا۔ باوجودیکہ آپ کے چھوٹے چھوٹے تین بچے تھے۔ زمیندار گھرانہ تھا۔ آپ نے واپس آ کر قرآن کریم حفظ کرنا شروع کر دیا اور سارا قرآن حفظ کر لیا۔ ہم نے دیکھا اور سنا کہ آپ ابھی کافی رات ہوتی تو تہجد کی نماز کے لئے اٹھ جاتیں۔ نہایت سوز و گداز سے نماز ادا کرتیں۔ فجر کی نماز ادا کرتیں۔ اور مصلے پر تسبیح و تحمید میں مصروف رہتیں۔ پھر روشنی پھیلنے پر قرآن کریم کی تلاوت میں مصروف ہو جاتیں پھر سکول جانے والے بچے قاعدہ و قرآن کریم پڑھنے کے لئے

آجاتے۔ پھر جو سکول نہیں جاتے تھے وہ پڑھنے کے لئے آجاتے۔ پھر عورتیں کاموں سے فارغ ہو کر قرآن کریم پڑھنے کے لئے آجاتیں۔ اس میں احمدی اور غیر احمدی کی کوئی تفریق نہ تھی۔ آپ قرآن کریم پڑھاتی جاتیں اور ساتھ دعوت الی اللہ بھی کرتی جاتیں اور سب کو دینی مسائل بھی سمجھاتی جاتیں۔ (الفضل 5 جولائی 1999ء)

مکرم حافظ قدرت اللہ صاحب: مکرم حافظ قدرت اللہ صاحب نے اپنی خودنوشت داستان حافظ میں اپنی محبت اور خدمات قرآن کا نئی جگہ ذکر کیا ہے۔ ان سب کو ترتیب کے ساتھ پیش کیا جاتا ہے۔ مجھے اپنے حفظ قرآن کا زمانہ بھی یاد آرہا ہے جو غالباً 1929ء کا ہوگا۔ جب خاکسار کے والد محترم چک نمبر 47 شمالی (ضلع سرگودھا) میں کچھ عرصہ کے لئے رہائش پذیر تھے بلکہ آپ ہی نے اس گاؤں کی جماعت کو جلا بخشی تھی۔ وہاں رمضان المبارک کے مہینہ میں یہ عاجز موجود تھا۔ نماز تراویح میں آپ نے سارا قرآن کریم کھول کر سنا تھا اور جہاں غلطی کرتا تھا وہ درست فرما دیتے تھے۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزا دے۔ اسی طرح اس زمانہ میں ایک دفعہ میرے بہنوئی محترم قاضی محمد رشید صاحب انصاری جو راولپنڈی جماعت کے صدر تھے انہوں نے رمضان کے مہینہ میں تراویح کے لئے مجھے اپنے پاس بلا لیا۔ پھر دوسری بار جب وہ نوشہرہ میں تھے تو انہوں نے مجھے رمضان المبارک میں تراویح کے لئے بلایا اور وہاں میں نے قرآن کریم سنایا۔

میرے بچپن کا زمانہ تھا قادیان میں اس زمانہ میں کوئی بیس کے قریب بیوت الذکر تھیں جہاں رمضان المبارک کے مہینہ میں عشاء کے بعد تراویح کا اہتمام ہوتا اور نہایت باقاعدگی کے ساتھ ان بیوت میں قرآن کریم ختم کیا جاتا۔ ان سب بیوت میں قادیان کی بیت مبارک کو ایک خاص امتیاز حاصل تھا کہ وہاں عشاء کے بعد کی بجائے سحری کے وقت نماز تراویح کا۔ 1946ء میں ہمارا واقفین مربیان کا گروپ جو اکٹھے انگلستان کے لئے روانہ ہوا نو افراد پر مشتمل تھا۔ گو اس کے علاوہ بھی دارالواقفین سے تعلق رکھنے والے دو تین واقفین اور بھی انہیں ایام میں انگلستان روانہ ہو چکے تھے لیکن جہاں تک بصورت گروپ غیر ممالک میں جانے کا سوال ہے ہمارے گروپ سے بڑا گروپ ابھی تک نہیں گیا تھا۔ ہوائی سفر ابھی اتنا عام نہیں ہوا تھا اور جماعت کی مالی حالت بھی ابھی ان اخراجات کی آسانی سے متحمل نہ تھی۔ اس لئے یہ سفر ہم نے بحری جہاز سے کیا جو بمبئی سے سویز کے راستہ لیورپول پہنچا۔ جہاز چھوٹا ہی تھا۔ زیادہ سے زیادہ 9 ہزار ٹن وزن ہوگا۔ اس لئے رفتار بھی زیادہ تیز نہ تھی۔ 3 ہفتے ہمیں اس سفر میں لگ گئے اس کے بعد لیورپول سے لندن تک کا سفر ٹرین میں کیا۔

ہم چونکہ نو افراد کی جماعت تھے۔ جو بمبئی سے نہایت اہم اور مقدس مقصد کے لئے جہاز میں اکٹھے سوار ہوئے اس لئے ہمارا اکثر وقت درس و تدریس، باجماعت نمازوں اور نوافل کی ادائیگی میں گزرتا۔ تہجد کے نوافل کا بھی التزام رہا۔ امامت کا کام جہاز میں اس ناچیز کے سپرد تھا۔ چنانچہ موقع اور وقت کی مناسبت سے خاکسار نے یہ التزام کیا کہ اگر ممکن ہو تو فرض نمازوں میں جن میں قراءت بالجہر کی جاتی ہے اور صبح کے نوافل میں کہ ان میں بھی قراءت بالجہر کی صورت ہوتی ہے۔ سارا قرآن شروع سے آخر تک ختم کیا جائے۔ تو یہ چیز ہمارے لئے بڑے لطف اور سرور کا موجب ہوگی۔ تین ہفتے جہاز کا وقت بھی مناسب تھا۔ چنانچہ خدا تعالیٰ کی دی ہوئی توفیق سے خاکسار نے بمبئی سے شروع کر کے لیورپول تک سارا کلام پاک نمازوں میں ختم کیا۔ اس کے بعد پھر رمضان المبارک میں لندن کی بیت الفضل میں بھی 1946ء میں اور پھر ہالینڈ کی بیت الذکر میں بھی قرآن ختم کرنے کی توفیق ملتی رہی۔

لندن میں دعوت الی اللہ کا ایک ذریعہ ہائیڈ پارک میں تقریر کرنے کا بھی تھا۔ چنانچہ کئی دفعہ ایسے پروگرامز میں بھی حصہ لینے کا موقع ملا۔ ہائیڈ پارک میں انگریزی میں تقریر کرنے کی قابلیت تو اس وقت نہ تھی تاہم حاضرین کو اکٹھا کرنے کے لئے تلاوت کئی دفعہ کی اور جب تلاوت کے نتیجہ میں کچھ لوگ جمع ہو جاتے تو ہم میں سے کوئی دوست تقریر شروع کر دیتے اور پھر تبادلہ خیال کا سلسلہ شروع ہو جاتا۔

حضرت حافظ روشن علی صاحب کا وجود اب تک نظر کے سامنے ہے۔ آخری زمانہ میں ان کی رہائش ہمارے ہی مکان کے چوبارہ پر تھی۔ غالباً 1924ء کا زمانہ تھا۔ رمضان المبارک میں درس کے لئے تشریف لے جاتے۔ تو گھر میں اپنی اہلیہ محترمہ کو ایک دفعہ پہلے سارا سپارہ سنا کر تشریف لے جاتے۔ آپ کی آواز میں ایک مٹھاس تھی۔ اسی طرح حافظ جمال احمد صاحب کا بیت اقصیٰ میں قرآن مجید پڑھنا یاد ہے۔ ہمارے استاد حضرت حافظ سلطان حامد صاحب جو حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب کے بھی حافظ کلاس میں استاد رہے ہیں اور بیت اقصیٰ کے امام الصلوٰۃ ہوا کرتے تھے۔ ان کے پڑھنے کا رنگ بھی کو تحت اللفظ کے طرز کا تھا۔ مگر بہت پُر لطف تھا۔ یہی کیفیت حضرت حافظ غلام رسول صاحب وزیر آبادی کی تھی۔ انہیں قرآن پر بڑا عبور تھا اور قرآن پاک کے لفظ موتیوں کی طرح ان کے منہ سے نکلتے تھے۔ ان کی فیض محبت سے بار ہا لطف اندوز ہونے کا موقع ملا۔ حافظ محمد رمضان صاحب حافظ کلاس میں مجھ سے سینئر تھے۔ ان کی تلاوت بھی بہت عمدہ تھی اور صحیح تھی۔

ایک دفعہ حافظ محمد رمضان صاحب نے حضرت مولانا اسماعیل صاحب ہلال پوری کے ہاں ایک ضرورت کے پیش نظر صرف تین رات تراویح میں سارا قرآن کریم ختم کیا۔ ہماری حافظ کلاس میں حافظ مسعود احمد صاحب میرے بعد آئے۔ مگر ان کی بڑی ہمت ہے کہ باوجود دوسری تعلیمی مصروفیات کے انہوں نے قرآن کریم کا دور ہمیشہ جاری رکھا اس میں بہت حد تک ان کے والد صاحب حضرت بھائی محمود احمد صاحب کا بھی بڑا دخل ہے........ جہاں تک بیت الفضل لندن میں رمضان المبارک میں قرآن کریم سنانے کا اور تراویح کا سوال ہے۔ ریٹائرمنٹ کے عرصہ میں بیماری سے کچھ افاقہ کے بعد 1979ء سے 1985ء تک متواتر سات سال اس عاجز ہی کو تراویح پڑھانے کی سعادت حاصل رہی لیکن اس کے بعد جب عاجز کو فالج کا حملہ ہوا اور یادداشت پر بھی اثر پڑا تو پھر یہ عاجز اس خدمت کو جاری نہ رکھ سکا۔ (داستان حافظ)

مکرم چوہدری محمد حسین: مکرم محمد شفیق قیصر صاحب لکھتے ہیں:۔ ابا جان محترم چوہدری محمد حسین صاحب راجن پور کے قریب ایک گاؤں موضع سوہیں میں رہتے تھے۔ آپ نے اپنے خاندان میں سب سے پہلے احمدیت کو قبول کرنے کی سعادت پائی۔ بعد میں آپ کی تحریک پر آپ کے والد یعنی ہمارے دادا جان اور دوسرے خاندان کے افراد احمدیت کی آغوش میں آئے۔ والد صاحب چھوٹی عمر میں قادیان دارالامان تشریف لے آئے۔ ابا جان قرآن کریم کے عاشق تھے۔ ایک چھوٹے سائز کا قرآن کریم ہر وقت ابا جان کے پاس رہتا۔ جب بھی موقع ملتا بجائے کسی اور گپ شپ کے ابا جان قرآن مجید کو کھول کر اس کی تلاوت کرتے۔ آپ زمیندار تھے۔ بیلوں کے ذریعہ کاشتکاری کرتے ہل چلاتے ہوئے جب تھک جاتے تو آرام کرنے کے لئے جب بیٹھتے تو قرآن کریم کو کھول کر پڑھنا شروع کر دیتے۔ بعض اوقات جب اکٹھے زمیندار ہل وغیرہ چلاتے تو آرام کے وقت جبکہ دوسرے لوگ حقہ پینے یا پھر دوسری دنیاداری کی باتوں میں مشغول ہوتے تو آپ قرآن کریم کو جیب سے نکال کر اس کی تلاوت میں مشغول ہوتے۔ آپ کو فارغ بیٹھے ہوئے نہ دیکھا یا تو آپ کسی نہ کسی کام میں مشغول ہیں،

سورہے ہیں یا پھر قرآن کریم آپ کے ہاتھوں میں ہوتا اور آپ اس کی تلاوت کر رہے ہوتے۔ اگر وقت ایسا ہوتا یا روشنی کا انتظام نہ ہوتا تو بعض مسنون دعائیں جو قرآن کریم میں ہیں ان کو بآواز بلند بڑے سوز سے گھر میں، سفر میں پڑھتے رہتے۔

(الفضل 9 دسمبر 2009ء ص 5 کالم 2)

محترم مسعود احمد خورشید صاحب: مکرم مسعود احمد صاحب خورشید سنوری اپنے رب کریم اور اس کے پاک کلام کریم سے شدید محبت رکھتے تھے۔ روزانہ جس قدر توفیق ملتی گھنٹوں کے حساب سے نوافل اور تلاوت قرآن کرتے۔ قرآن کریم کا ذاتی نسخہ، جس پر جا بجا حاشیوں میں اور مزید کاغذ لگا کر نشان لگائے ہیں کہ کن نکات پر رک کر غور کرو اور حضرت مسیح موعود، مصلح موعود اور خلیفۃ المسیح الرابع کے ارشاد فرمودہ تفاسیر کے حوالے درج کئے ہیں۔ وفات سے پہلے اپنی ایک عزیزہ سے کہا کہ میرے بعد اس کو اپنے ساتھ لے جانا اور پڑھنا اور پڑھانا۔ انہیں خدا نے کراچی میں ہل پارک کے قریب مکان بنانے کی توفیق دی اس مکان کے ہال کمرے اور باغیچہ جماعتی تقریبات کے لئے سنٹر کا کام دیتے رہے سالہا سال باقاعدگی سے پورا رمضان روزانہ جماعت کے علماء قرآن کا درس دیتے رہے۔ بعض دفعہ مسعود صاحب خود بھی درس دیتے۔ آخری وقت میں بچوں کو جو نصائح کیں ان میں سب سے اہم بات یہ تھی کہ نماز اور قرآن پڑھنے کا ہمیشہ خیال رکھنا زیادہ تر وقت دعاؤں میں گزارتے جو کوئی پاس تلاوت کر رہا ہوتا اس کے ساتھ الفاظ زیر لب دہراتے رہتے۔

(الفضل 4/اپریل 2011ء)

مکرم ہدایت اللہ ہیوبش صاحب: مکرم ہدایت اللہ ہیوبش صاحب کے متعلق مکرم محمد الیاس منیر صاحب مربی سلسلہ لکھتے ہیں: مرحوم کو قرآن کریم سے غیر معمولی محبت اور عشق تھا۔ یوں تو اس کا اظہار مختلف انداز سے ہوتا رہتا، کبھی آپ قرآن کریم کے نسخے کے اوپر دھری کوئی کتاب حتیٰ کہ کاغذ پنسل بھی دیکھتے تو فوراً اسے ہٹا دیتے کہ قرآن کریم کو ظاہری طور پر بھی سب سے اوپر ہونا چاہئے اور اس کے اوپر کوئی اور چیز نہیں ہونی چاہئے۔ ایک مرتبہ قرآن کریم طبع ہو کر آیا اور جب آپ کی نظر بڑے پیکٹ پر پڑی تو بھاگ کر اس میں سے ایک نسخہ نکالا اور اسے بے اختیار ہو کر چومنے لگے۔ اس ضمن میں سب سے بڑھ کر آپ کا علم قرآن آپ کے عشق قرآن کا مظہر تھا۔ آپ نے قرآن کریم کا بڑی گہرائی سے مطالعہ کیا تھا اور ہمیشہ اسے مطالعہ میں رکھتے تھے جس کی وجہ سے آپ کو قرآنی مضامین پر ایسا مضبوط عبور حاصل تھا جو بہت کم لوگوں کو نصیب ہوتا ہے۔ معروف حوالے تو مرحوم کی نوک زبان پر ہوتے ہی تھے مگر دیگر مضامین بھی بڑی وضاحت کے ساتھ آپ کو مستحضر رہتے۔ اپنی کتب کی تصنیف کے دوران کتاب کے متن میں قرآنی مضامین کو نگینوں کی طرح جڑتے چلے جاتے تھے۔ عربی نہ جاننے کی وجہ سے آیات کی تلاش کے لئے بعض اوقات خاکسار سے مدد لیتے، اس طرح سے مجھے گھنٹوں ان کے پاس بیٹھ کر اس سلسلہ میں کام کرنے کا موقع ملا۔ آپ مطلوبہ مضمون مجھے بتاتے اور اس کا حوالہ پوچھتے۔ بہت مرتبہ ملتے جلتے مضامین والی آیات سامنے آتیں تو اس وقت تک چین سے نہ بیٹھتے جب تک عین وہ آیت نہ مل جاتی جس کا مضمون ان کے ذہن میں ہوتا۔ اس سے ان کی اس باریک نگاہ کا بھی اندازہ ہوتا ہے جو قرآن مضامین پر تھی۔ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کی ہدایت کے مطابق مختلف علاقوں میں ہال لے کر قرآن کریم کی نمائشوں کا اہتمام کیا گیا تو خوشی سے پھولے نہ سماتے۔ اس کے لئے آپ نے اپنی ذاتی لائبریری سے قرآن کریم کے بہت سے نادر نسخے مہیا کئے اور بعض بہت قدیم نسخے خریدنے کے لئے تلاش کر کے دیئے۔ ان میں سے

ایک نسخہ جب نمائش میں پہلی مرتبہ دیکھا تو اسے ہاتھ میں لے کر دیکھتے ہوئے آپ کی ایسی کیفیت تھی جیسے کسی بیقرار کو ایک دم قرار آ جائے ادرک کا استعمال بھی آپ کو اسی لئے بہت اچھا لگتا تھا کہ قرآن کریم میں اس کا ذکر آیا ہے۔ آپ کی جیب ہر وقت ادرک کی مصنوعات میں سے کچھ نہ کچھ ضرور ہوتا۔ کھانے کے ساتھ بھی ادرک کا مشروب آپ کو بہت مرغوب تھا۔

(الفضل 19 فروری 2011ء ص3 کالم 3,2)

محترم صالح محمد الہ دین صاحب: (صاحب قادیان) مکرم سلطان محمد الہ دین صاحب اپنے والد محترم کے متعلق لکھتے ہیں:۔ ابو کو قرآن مجید سے بے پناہ عشق ولگاؤ تھا۔ بچپن میں ان کے والد صاحب محترم سیٹھ علی محمد الہ دین صاحب ابو کو ایک باغ میں لے گئے اور اپنی خواہش کا اظہار کیا کہ وہ چاہتے ہیں کہ ابو قرآن مجید حفظ کریں۔ نیز ابو کے نانا مرحوم جی۔ ایم۔ ابراہیم صاحب نے ابو کی پیدائش سے قبل دعا کی تھی کہ بیٹا حافظ قرآن بنے۔ اپنے والد صاحب کی خواہش کا احترام کرتے ہوئے ابو ہر روز اپنے گھر کے Basement میں جا کر قرآن کریم حفظ کرتے اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے دس بارہ سال کے عرصہ میں اللہ تعالیٰ نے انہیں حافظ قرآن بنا دیا۔ ابو کی تربیت میں گھر والوں کے علاوہ حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی کا اہم کردار تھا۔ حضرت عرفانی صاحب درس قرآن دیا کرتے تھے اور ابو ان کے خاص شاگرد تھے۔ نیز حضرت عرفانی صاحب اکثر فرمایا کرتے تھے کہ میں درس صالح محمد کے لئے دیتا ہوں۔ حضرت عرفانی صاحب درس کے دوران کوئی مشکل سوال کرتے اور ابو جب جواب دیتے تو حضرت عرفانی صاحب فرماتے کہ یہ اللہ تعالیٰ نے ہی آپ کے دل میں ڈالا ہے اپنی زندگی میں ہی حضرت عرفانی صاحب نے ابو کو درس دینے کی تربیت کی اور فرمایا کہ ان کی خواہش ہے کہ وہ اپنی زندگی میں ہی اپنا جانشین تیار کر کے دیکھ لیں۔ حضرت عرفانی صاحب کی وفات کے بعد ابو نے سکندر آباد میں التزام کے ساتھ درس قرآن کا اہتمام کیا۔ جہاں تک ممکن ہو خاکسار نے ابو کے سکندر آباد سے ہجرت کے بعد اس کا التزام رکھا۔ ابو قرآن مجید کو کثرت سے پڑھتے بہت غور و فکر کرتے عمل کرتے اور ہمیں بھی توجہ دلاتے۔ وہ اکثر کہتے کہ قرآن اللہ تعالیٰ کا قول ہے اور سائنس اللہ تعالیٰ کا فعل۔ ان دونوں میں کوئی تضاد نہیں ہو سکتا جب بھی کسی قرآنی آیت کے معارف انہیں سمجھ میں آتے وہ خلیفہ وقت کو لکھتے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے بہت سے ایسے خوشنودی کے خط ہیں۔ ابو قرآن مجید پر غور کر کے Scientific Research کرتے۔ نیز قرآن مجید کے تمام احکامات کے اوپر غور و فکر کرتے اور توجہ دلاتے۔ (الفضل 4 رجون 2011ء)

محترم حافظ عبدالکریم صاحب: راقم الحروف کے دادا محترم حافظ عبدالکریم خان صاحب اپنے علاقے میں قرآن کریم پڑھانے میں خاص امتیاز رکھتے تھے اپنے خاندان کے تمام افراد کو بیسیوں احمدی بچوں اور بچیوں کے علاوہ سینکڑوں غیر از جماعت افراد کو بھی قرآن سکھایا۔ جس کی وجہ سے مخالفت کے باوجود نہایت احترام سے دیکھے جاتے تھے۔ آپ نے یتیمی کی حالت میں قرآن کریم حفظ کیا اور پھر 50 سال تک خوشاب اور ربوہ میں قرآن کریم تراویح میں سنایا۔

حضرت سیدہ مریم صدیقہ صاحبہ: محترمہ امۃ الکافی صاحبہ لکھتی ہیں:۔ علی الصبح اکثر ناشتہ شروع ہی کیا ہوتا کہ لڑکیوں اور خواتین کا ترجمۃ القرآن سیکھنے کے لئے جمع ہونے کا آغاز ہو جاتا۔ دو اڑھائی گھنٹے یہ سلسلہ جاری رہتا اور یہ

نہیں کہ آپ جب چاہیں آئیں یا جو دل کرے پڑھ لیں۔ بلکہ باقاعدہ ریکارڈ بک بناتی تھیں۔ سکول کالجز کی لڑکیاں پہلے آکر پڑھتیں اور گھریلو خواتین کو ذرا بعد کا ٹائم ملا کرتا۔ حاضری لگتی۔ سپارے کے ساتھ رکوع لکھا جاتا اور یہ سب کچھ اس قدر خاموشی سے اور جلدی سے ہو جاتا کہ کسی کو پتہ بھی نہ چلتا اور وقت بھی ضائع نہ ہوتا۔ میری بیٹی از حد خاموش طبع تھی۔ شروع میں پیاری خالہ سے پڑھنے جاتی تو آہستہ آہستہ اور رک رک کر پڑھتی۔ ایک دو دفعہ دبے لفظوں میں مجھے یہ سب بتایا لیکن بعد میں وہ خوب رواں ہوگئی تو بہت خوش ہوئیں اور جب اس نے ترجمہ ختم کرلیا تو اکثر خوش ہوکر بتاتیں کہ خاندان میں سب سے کم وقت میں بکی نے ہی ترجمہ پڑھا ہے۔ حضور ایدہ اللہ کی ہجرت کے بعد سے MTA پر براہ راست ماہ رمضان میں قرآن مجید کا درس آنے کے درمیانی سالوں میں تقریباً باقاعدگی سے اپنے گھر میں خاندان کی خواتین کو درس قرآن دیا کرتی تھیں۔ پہلے سے اس کی باقاعدہ ہر صبح تیاری کرتیں اور بعد نماز عصر یہ درس ہم لوگ سنتے۔ (مصباح ستمبر 2000ء صفحہ 32)

محترمہ سرور جہاں صاحبہ: حضرت مولانا عبدالمالک خان صاحب کی اہلیہ محلّہ میں بچوں کو قرآن کریم پڑھنے پڑھانے پر بہت زور دیتیں اور ہر سال ایک تقریب آمین کرواتیں۔ اس میں ان بچوں کی حوصلہ افزائی کرتیں جنہوں نے قرآن کریم ختم کیا ہوتا۔ بچوں کی مائیں اور دوسری عورتیں بھی شامل ہوتیں۔ سب میں مٹھائی تقسیم کرتیں۔

(الفضل 9 مارچ 2011ء)

محترمہ غلام سکینہ صاحبہ: مکرم ناصر احمد صاحب ظفر بلوچ لکھتے ہیں:۔ ہمارے دادا جان حضرت حافظ فتح محمد رفیق حضرت مسیح موعود کی قرآن پاک کی تلاوت کرتے تو اپنی معصوم پوتی بی بی غلام سکینہ کو اپنی گود میں لے لیتے۔ دوران تلاوت وہ اپنے دادا جان کی گود میں آپ کی غیر معمولی حسن قراءت کو ہمہ تن گوش ہوکر سنتی رہتیں۔ دادا جان فرمایا کرتے تھے کہ میری اس پوتی (غلام سکینہ) کو قرآن پاک سے بے انتہا عشق ہوگا۔ آپ کا یہ فرمان بعد میں من وعن پورا ہوا۔ گاؤں بزدار کی آبادی تقریباً 25 ہزار نفوس پر مشتمل ہے اور جملہ غیر از جماعت خواتین کو غلام سکینہ نے قرآن پڑھانے کی سعادت پائی جن کی تعداد ہزاروں میں ہے۔ بستی بزدار بزدار قبیلہ کا مسکن ہے۔ حضرت اللہ بخش خان صاحب بزدار رفیق حضرت مسیح موعود کا بھی یہ مسکن تھا۔ آپ اپنی برادری میں زہد و تقویٰ کے باعث ممتاز مقام رکھتے تھے۔ (الفضل 7 جون 2010ء ص 5 کالم 3,2)

محترمہ خاتم النساء صاحبہ: محترمہ خاتم النساء صاحبہ اہلیہ محترم مولانا محمد شفیع اشرف صاحب کے متعلق ان کے بیٹے مکرم ڈاکٹر محمد احمد اشرف صاحب لکھتے ہیں:۔ قرآن کریم سے امی جان کو بڑی محبت تھی۔ خدا تعالیٰ کے فضل سے بڑی حد تک ترجمہ جانتی تھیں اور کثرت تلاوت کی وجہ سے بغیر دیکھے صرف قراءت سن کر اس میں کوئی غلطی ہو تو عموماً اصلاح کر دیتی تھیں۔ ہم سب بہن بھائیوں کو خود قرآن پڑھایا۔ بہت باقاعدگی سے تلاوت کرتی تھیں۔ درس ہوتا تو بڑے ذوق وشوق سے اس میں شامل ہوتیں۔ بلکہ ہمیشہ یہ خواہش رکھتی تھیں کہ درس ان کے گھر میں ہو۔ قرآن کریم سے اس محبت کے بعض ظاہری آثار بھی تھے۔ قرآن کے خوبصورت جزدان یعنی کپڑے کے غلاف تیار کرنا گویا ان کا مشغلہ تھا۔ پرانے سے پرانے قرآن کریم کو سنبھال کر رکھتی تھیں۔ (رب ارحمھما صفحہ: 90)

نالۂ جدید

ہم مصطفیٰؐ کی رہ میں آنکھیں بچھا رہے ہیں　　کیوں ہم کو زُہد والے آنکھیں دکھا رہے ہیں
چنگیز کی جبیں پر بھی آ گیا پسینہ　　نہ جانے شیخ جی کیا کرتب دکھا رہے ہیں
وہ خوں کی کھیل ہولی جپنے لگے ہیں مالا　　وہ دھو رہے ہیں دھبے گنگا نہا رہے ہیں
پُر خار کس قدر ہے عشق و وفا کا رستہ　　دل کو مگر ہے تسکیں وہ آزما رہے ہیں
اَشکوں کے تال پر ہے دیپک کا راگ چھیڑا　　سر دھن رہے فرشتے ہم گائے جا رہے ہیں
زخموں پہ زخم دے کر بپھرے ہوئے وہ پھر بھی　　زخموں پہ زخم کھا کر ہم مسکرا رہے ہیں
عُرش بریں کی جانب پرواز ہے ہماری　　رکھ کر جبیں زمیں پر ہم اُڑتے جا رہے ہیں

کیوں نہ کھلے گا ہم پر وہ باب استجابت
رحمت کے کھینچنے کو جب بلبلا رہے ہیں

تاب نظر اگر ہے آ دیکھ ان کا چہرہ　　وہ چاند اور سورج منہ کیوں چھپا رہے ہیں!
تائید میں ہیں ان کی تقدیر کے ستارے　　مہدی کی اقتدا میں جو سر کو جھکا رہے ہیں
قربان ہو رہی ہیں آ دیکھ کہکشائیں!　　ان عاشقوں کے آنسو یوں جھلملا رہے ہیں
لُکنت نہیں ہے پھر بھی میری زبان دل میں　　آواز روح میری کو وہ دبا رہے ہیں
نہ ہاتھ میں ہے جُنبش نہ اِذنِ لب کشائی　　اپنی جبیں سے اس کا در کھٹکھٹا رہے ہیں
یا رب قفس نما ہے میرا آشیانہ!　　ہم اپنے گھر کے اندر کیوں پھڑپھڑا رہے ہیں
دم گھٹ رہا ہے میرا صحنِ چمن کے اندر　　باد صبا کے جھونکے کیوں حبس لا رہے ہیں

نصف النہار پر ہے اسلاؔم ان کا جوبن
لیکن یہ ان سے کہہ دو وہ ٹمٹما رہے ہیں

﴿عبدالسلام اسلاؔم صاحب﴾

جماعت احمدیہ جرمنی کا 36واں جلسہ سالانہ 2011ء

﴿رپورٹ: مبشر احمد خالد صاحب﴾

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے جماعت احمدیہ جرمنی کا 36واں جلسہ سالانہ مؤرخہ 24 تا 26 رجون 2011ء کو بمقام Karlsrhue بڑی کامیابی کے ساتھ بخیر و خوبی منعقد ہوا۔ جس میں دنیا بھر سے 26 ہزار 784 مرد و خواتین نے شمولیت کی۔ اس جلسہ کی سب سے بڑی خصوصیت حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی شرکت تھی۔ اس جلسہ کا باقاعدہ افتتاح مؤرخہ 11-6-24 کو حضور انور کے خطبہ جمعہ سے ہوا۔ پاکستانی وقت کے مطابق شام 5 بجے حضور انور نے لوائے احمدیت لہرایا اور اجتماعی دعا کروائی۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے جلسہ کے دوسرے دن لجنہ اماء اللہ جرمنی سے خطاب فرمایا جس میں آپ نے عائلی معاملات اور میاں بیوی کے باہمی سلوک اور اخلاق حسنہ کے حوالے سے تفصیلی ہدایات فرمائیں۔ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے جلسہ کے تیسرے روز اپنے اختتامی خطاب میں خدا تعالیٰ کی رضا کے مطابق چلنے، کامل تقویٰ کے حصول اور مسلسل دعاؤں کی تلقین فرمائی۔ ان خطابات کے علاوہ حضور انور نے طلبہ و طالبات اور واقفین نو سے ملاقاتوں میں قیمتی نصائح سے نوازا اور جرمن مہمانوں سے انگریزی میں خطاب فرمایا۔

اس جلسہ میں علماءِ سلسلہ نے اردو میں 9 اور جرمن زبان میں 2 تقاریر کیں۔ مختلف ملکی شخصیات کے پیغامات اور تقاریر بھی اس جلسہ کا حصہ تھیں۔ مؤرخہ 26 رجون کو حضور انور نے اختتامی خطاب کے بعد پاکستانی وقت کے مطابق رات 9 بجے اختتامی اجتماعی دُعا کروائی۔ جس کے بعد مختلف زبانوں میں نظمیں اور ترانے پیش کئے گئے اور اس طرح اس جلسہ کا اختتام ہوا۔

جماعت احمدیہ جرمنی کی بڑھتی ہوئی ضروریات کے پیش نظر جلسہ سالانہ کے انعقاد کیلئے امسال Karlsrhue شہر میں جلسہ کا انتظام کیا گیا تھا۔ یہ شہر فرینکفرٹ سے 165 کلومیٹر دُور جنوب مغرب کی طرف آباد ہے۔ اسکی آبادی پندرہ لاکھ سے زائد ہے اور جرمنی کے صوبہ Baden Wurtemberg میں واقع ہے۔ جلسہ گاہ کی وسیع و عریض جگہ K-Messe کہلاتی ہے۔ اس کا کل رقبہ ایک لاکھ پچاس ہزار مربع میٹر ہے اور اسکا Covered حصہ 70 ہزار مربع میٹر ہے۔ اس میں 4 بڑے ہال ہیں۔ ہر ہال 12500 مربع میٹر کا ہے۔ جس میں کرسیوں پر بارہ ہزار افراد بیٹھ سکتے اور ہر ہال میں 18 ہزار سے زائد افراد نماز پڑھ سکتے ہیں۔ تمام ہال ایئر کنڈیشنڈ ہیں اور ہر ہال سے ملحق 26 بیوت الخلاء ہیں۔

حضور انور دورہ جرمنی کے دوران مؤرخہ 19 رجون 2011ء کو پروگرام کے مطابق سوا گیارہ بجے بیت السبوح کے ہال میں تشریف لے گئے۔ جہاں واقفین نو بچوں کے ساتھ کلاس شروع ہوئی۔ اس کلاس میں جرمنی بھر کی جماعتوں سے 240 واقفین نو نے شمولیت کی سعادت پائی جنہوں نے وکالت وقفِ نو کے جاری کردہ نصاب کے سالانہ امتحان میں جرمنی

بھر میں بالترتیب 250 پوزیشنز حاصل کی تھیں۔ اس کلاس کا امسال موضوع ''افریقہ'' تھا۔ حضور انور نے تمام واقفین کو اہم ہدایات سے نوازا۔ واقفین نو بچوں کی کلاس کے اختتام کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ واقفاتِ نو بچیوں کی کلاس میں تشریف لے گئے جو ساتھ ہی خواتین کے ہال میں ہو رہی تھی اور قیمتی نصائح سے نوازا۔ اس کلاس میں جرمنی بھر سے 241 لجنہ واقفاتِ نو نے شمولیت کی سعادت حاصل کی۔ یہ سب وہ واقفات تھیں جنہوں نے وکالت وقفِ نو کے جاری کردہ نصاب کے سالانہ امتحان میں جرمنی بھر میں بالترتیب 250 پوزیشنز حاصل کی تھیں۔ حضور انور سے یونیورسٹیز کے 411 طلبہ نے بھی ملاقات کی جن کو حضور نے زریں ہدایات سے نوازا۔ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اس دورہ کے دوران درج ذیل بیوت الذکر کا افتتاح ہوا۔

☆1۔ بیت الغفور بمقام Ginshein ☆2۔ بیت الہادی بمقام Selingenstadt

☆3۔ بیت الامن بمقام Nidda ☆4۔ بیت الباقی بمقام Dietzenbad

اللہ تعالیٰ اس جلسہ کے بابرکت اور دُور رس نتائج پیدا فرمائے۔ (آمین)

☆☆☆☆☆

رمضان المبارک میں اللہ کی رحمت کی پکار

﴿مکرم ارشاد عرشی ملک صاحبہ﴾

ہر بار کو کر سکتا ہے گلزار چلا آ
یہ ماہ مقدس ہے پُر اسرار چلا آ

گر تجھ کو مرا قُرب ہے درکار چلا آ
بخشش کو میں ہر آن ہوں تیار چلا آ

یہ ماہ تو برکات کا اک سیلِ رواں ہے
بہتی ہے مرے رحم کی منجدھار چلا آ

خوش بخت ہے اک اور ملا ہے تجھے موقع
اب چھوڑ بھی دے حجت و تکرار چلا آ

گنتی کے کچھ ایام ہیں دنیا کے یہ روزے
جنت میں ہے افطار ہی افطار چلا آ

اس ماہ میں مجھ تک بہت آساں ہے رسائی
شیطان سا موذی ہے گرفتار چلا آ

اے پیاس کے مارے درِ ریان کھلا ہے
سیرابی و لذت کے طلب گار چلا آ

کر بھوک سے شیطان کی راہوں کو ذرا تنگ
دوڑے نہ ترے خوں میں وہ مکار چلا آ

بچنا ہے تجھے غیبت و چغلی کی رجس سے
روزے کو نہ کر ناقص و بے کار چلا آ

شیطان کے ہر وار سے اک ڈھال ہے روزہ
چلتی نہیں کم بخت کی تلوار چلا آ

تو جسم کی صحت کی زکوٰۃ ان کو سمجھ لے
مت مکر سے بن لاغر و بیمار چلا آ

پھر تجھ کو میسر ہوا یہ ماہ مبارک
مت اس کو گنوا میرے خطا کار چلا آ

اب چھوڑ دے الفاظ کی بخیہ گری عرشی
کافی ہیں جو لکھ ڈالے ہیں اشعار چلا آ

قائداعظم اور احمدی

﴿مکرم جمیل احمد بٹ صاحب کراچی﴾

قائداعظم ایک سچے، دیانتدار، محنتی، قانون پسند اور مخلص انسان تھے۔ انہوں نے مسلمانان ہند کی کامیاب قیادت کی اور آئینی طریق پر ان کے لئے ایک آزاد اور اس وقت مسلمانوں کے سب سے بڑے ملک کا قیام ممکن بنایا۔ اس جدوجہد میں مسلمان عوام ان کے ساتھ تھے۔ گو ہندوستان کی بیشتر مسلم تنظیمیں اور گروپ از قسم علمائے دیوبند، جمعیت علمائے ہند، جماعت اسلامی، مجلس احرار، خاکسار تحریک ان کے بھرپور مخالف رہے۔ صرف جماعت احمدیہ وہ جماعت تھی جو اس تحریک میں شامل اور دامے، درمے، سخنے تحریک پاکستان کی مددگار رہی اسی لئے قائداعظم اور احمدیوں کے مابین ہمیشہ خوشگوار تعلقات رہے۔ ایسے چند روابط تاریخی تسلسل کے ساتھ درج ذیل ہیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح کا حسن ظن i- ۱۴؍نومبر ۱۹۲۳ء کو بریڈلا ہال لاہور میں ہندوؤں اور مسلمانوں کے ایک بڑے مجمع میں ایک تقریر میں حضرت خلیفۃ المسیح نے مسلمانوں کی مسٹر جناح اور راجہ صاحب محمود آباد سے بے التفاتی پر سخت اظہار افسوس کرتے ہوئے فرمایا تھا: ایک زمانہ تھا جب مسلمان ان کی بہت قدر کرتے اور ان کو اپنا لیڈر سمجھتے تھے مگر اب یہ حالت ہے کہ ان کو بالکل چھوڑ دیا گیا ہے..... اسی طرح مسلمان نقصان اُٹھا رہے ہیں۔ (انوار العلوم جلد ۷ صفحہ ۳۱۶-۳۱۷)

ii- ۱۹۲۷ء میں ڈاکٹر سیف الدین کچلو صاحب نے مسلمانوں کی تنظیم کے لئے ایک مسلم پارٹیز کانفرنس کے انعقاد کا ارادہ کیا اور حضرت خلیفۃ المسیح سے رہنمائی چاہی۔ آپ نے فرمایا' میں آپ سے اس پر بالکل متفق ہوں کہ ایک عام تحریک سے پہلے چند آدمیوں کا مل کر اصول پر غور کرنا ازبس مفید ہوگا' تاہم ڈاکٹر کچلو صاحب نے اس غرض سے جو پانچ نام تجویز کئے تھے آپ نے ان میں پانچ مزید شخصیات کی شمولیت تجویز کی اور فرمایا کہ 'یہ بھی اگر ابتدائی مشورہ میں شریک ہوں تو مفید ہوگا'۔ ان پانچ افراد میں حضرت صاحب نے مسٹر جناح کا نام بھی شامل فرمایا۔ (اخبار الفضل ۱۲؍اگست ۱۹۲۷ء)

حضرت مصلح موعود کے قائداعظم سے روابط: حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب بعض اہم معاملات پر ہندوستان کے مشہور سیاسی زعماء سے تبادلہ خیالات کے لئے اگست، ستمبر ۱۹۲۷ء میں شملہ میں مقیم رہے۔ اسی دوران آپ کا قائداعظم سے جو اس وقت اپنے نام سے پہچانے جاتے تھے درج ذیل ذاتی رابطے اور ملاقاتیں ہوئیں۔

i- ناموس پیشوایان مذاہب کے تحفظ کے لئے حضور نے جو مسودہ قانون تجویز کیا تھا اس پر گفتگو کے لئے جو مشہور لیڈر گاہے بگاہے آپ کی فرودگاہ پر تشریف لائے اور تبادلہ خیالات کیا ان میں محمد علی جناح بھی تھے۔ (تاریخ احمدیت جلد ۴ صفحہ ۶۱)

ii- اس دوران شملہ میں ہندو مسلم اتحاد کانفرنس ہوئی جس کے شریک لیڈروں میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی اور جناب محمد علی جناح بھی شامل تھے اور ہر دو کانفرنس کے تینوں اجلاسوں میں شریک ہوئے۔ پہلے دو اجلاسوں میں حضرت صاحب نے خطاب فرمایا جبکہ تیسرا اجلاس قائداعظم کی صدارت میں ہوا۔

iii۔ شملہ کانفرنس کا آخری اجلاس قائد اعظم کی صدارت میں ہوا اور اس میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے جداگانہ انتخاب کے حق میں تقریر فرمائی۔

iv۔ شملہ ہی میں حضرت خلیفۃ المسیح کی قائد اعظم کے ساتھ ایک One to One ملاقات ہوئی، اس کی چشم دید روایت ایک بزرگ کی زبانی یوں ہے۔ یہ موسم گرما ۱۹۲۷ء کا واقعہ ہے ستمبر کا مہینہ تھا تمام صوبوں کے لیڈر شملہ میں اکٹھے ہوئے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی رائے جداگانہ انتخاب کے حق میں تھی۔۔۔قائد اعظم اس وقت مشترکہ انتخاب کے حق میں تھے۔۔۔آپ (حضرت خلیفۃ المسیح) نے ان دنوں انتہائی کوشش کی کہ مسلمان مشترکہ انتخاب کے سراب نما خوشکن نظریہ فریب میں نہ آجائیں چنانچہ آپ نے مختلف صوبوں کے لیڈروں کو ایک ایک کر کے اپنے ہاں مدعو کیا ہر ایک کے ساتھ فرداً فرداً تبادلہ خیال کر کے ان پر اپنا نقطہ نگاہ واضح کیا۔۔۔۔۔مرحوم قائد اعظم اس وقت کانگریس کے ممبر اور مسٹر محمد علی جناح کہلاتے تھے آپ کو بھی کنگز لے (شملہ میں آپ کی رہائش گاہ) میں دعوت چائے دی گئی تھی میں اس وقت اس دعوت میں موجود تھا۔ آپ نے تبادلہ خیال کے آخر میں فرمایا۔ مرزا صاحب! میں نہیں مان سکتا کہ نصب العین ہمارا یہ ہو کہ ہندوستانی قوم بلند مقام تک جا پہنچے اور اس کا ذریعہ جداگانہ انتخاب ہو؟ (ہماری ہجرت اور قیام پاکستان از حضرت سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب صفحہ ۱۵-۶ ادارالتجلید لاہور)

گویا بالآخر قائد اعظم نے اپنی رائے بدل لی اور جداگانہ انتخاب کے حامی ہو گئے

قائد اعظم کے بارے میں تعریفی کلمات i۔ حضرت خلیفۃ المسیح ثانی نے ۱۱ رستمبر ۱۹۲۷ء کو شملہ میں الفنسٹن ہال میں نواب سر ذوالفقار علی خاں صاحب کی صدارت میں ایک لیکچر دیا جس میں منجملہ یہ بھی فرمایا: جناح صاحب اس وقت سے مسلمانوں کی خدمت کرتے آئے ہیں کہ محمد علی (جوہر) صاحب ابھی میدان میں نہ آئے تھے۔۔۔۔۔۔میں انکی خدمات کے باعث ان کو قابل عزت اور قابل ادب سمجھتا ہوں۔ (لیکچر شملہ بحوالہ انوار العلوم جلد ۱۰ صفحہ ۱۸)

ii۔ حضرت خلیفۃ المسیح نے اپنے ایک مضمون رقم فرمودہ ۸ دسمبر ۱۹۲۷ء میں فرمایا: ”مسٹر جناح اور مولانا محمد علی سے پچھلے دنوں شملہ میں مجھے شناسائی ہو چکی ہے اور یونیٹی کانفرنس اور قانون حفاظت مذاہب کے متعلق گھنٹوں ان کے ساتھ مل کر کام کرنے کا موقع ملا ہے۔ میں مسٹر جناح کو ایک بہت زیرک، قابل اور مخلص خادم قوم سمجھتا ہوں اور ان سے مل کر مجھے بہت خوشی ہوئی میرے نزدیک وہ ان چند لوگوں میں سے ہیں جنہیں اپنے ذاتی عروج کا اس قدر خیال نہیں جس قدر کہ قومی ترقی کا ہے۔“

(انوار العلوم جلد ۱۰ صفحہ ۴۵)

قائد اعظم کا اچھا تاثر: حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے اپنی تقریر فرمودہ ۲۷ دسمبر ۱۹۲۷ء میں بیان فرمایا:

”مسز (سروجنی) نائیڈو جو بہت مشہور عورت لیڈر ہیں انہوں نے ذکر کیا میں ایک موقع پر مسٹر محمد علی جناح سے ملی تو انہوں نے کہا احمدی جماعت میں کام کرنے کی عجب روح ہے اسمبلی میں مسودہ پیش ہوتا ہے مگر اس کے متعلق بہت سے اسمبلی کے ممبران کو اتنی فکر نہیں جتنی ان لوگوں کو ہے ان کے آدمی نہ رات دیکھتے ہیں نہ دن ہر وقت ہمارے پاس پہنچ جاتے اور اپنا مشورہ پیش کرتے ہیں۔' اس واقعہ کی وضاحت میں حضرت خلیفۃ المسیح نے فرمایا: ”بات یہ ہے کہ جب مجھے مسودہ ملا تو میں نے

راتوں رات آدمیوں کو اسمبلی کے بعض ممبروں کے پاس بھیجا کہ جا کر انہیں اس کے متعلق ضروری باتیں بتاؤ۔'' یہ مسودہ ناموس پیشوایان مذاہب کے تحفظ کا تھا۔ (تقریر دلپذیر انوار العلوم جلد ۱۰ صفحہ ۷۷)

جناح اور شفیع لیگ کے الحاق کی کامیاب کوشش: سائمن کمیشن کے بائیکاٹ کے مسئلہ پر مسلم لیگ دو حصوں میں بٹ گئی تھی۔ حضرت خلیفۃ المسیح کی نگاہ میں جناب محمد علی جناح صاحب کی سیاسی خدمات کی بہت قدر و منزلت تھی اس لئے آپ دل سے چاہتے تھے کہ سر شفیع اور مسٹر جناح میں مفاہمت ہو جائے۔ چنانچہ آپ نے جناب محمد علی جناح اور شفیع لیگ کے سیکریٹری ڈاکٹر سر محمد اقبال دونوں کو خطوط لکھے جن کا ذکر ہر دو اصحاب نے بعض مجالس میں کیا اور مصالحت کی امید پیدا ہوگئی۔ مارچ ۱۹۲۹ء میں جناب محمد علی جناح اور سر محمد شفیع کی ملاقات ہوئی جس میں جماعت احمدیہ کے ناظر امور خارجہ حضرت مفتی محمد صادق صاحب بھی شریک ہوئے۔ دونوں لیڈر اتحاد پر آمادہ ہو گئے اور آخر مارچ میں مسلم لیگ کا اجلاس دہلی میں قرار پایا۔ اس اجلاس میں شرکت کی دعوت حضرت خلیفۃ المسیح کو بھی دی گئی۔ اس اجلاس کے بعد بھی حضرت مفتی صاحب نے اپنی کوششیں جاری رکھیں جو بالآخر رنگ لائیں اور فروری ۱۹۳۰ء میں دہلی میں دونوں مسلم لیگیں ایک ہو گئیں۔

(تاریخ احمدیت جلد ۵ صفحہ ۱۲۹-۱۳۰)

قائد اعظم کی وطن واپسی: قائد اعظم نے پہلی گول میز کانفرنس کے بعد اصلاح احوال سے سخت مایوس ہو کر ہندوستان چھوڑ کر لندن میں مستقل قیام کر لیا اور وہیں پریکٹس شروع کر دی۔ آپ نے اس بارے میں اپنی ایک تقریر میں بتایا: گول میز کانفرنس کے زمانے میں مجھے اپنی زندگی کا سب سے بڑا صدمہ پہنچا..... مجھے تب محسوس ہونے لگا کہ میں ہندوستان کی کوئی مدد نہیں کر سکتا نہ ہندو ذہنیت میں کوئی خوشگوار تبدیلی پیدا کر سکتا ہوں نہ مسلمانوں کی آنکھیں کھول سکتا ہوں۔ آخر میں نے لندن میں بود و باش کا فیصلہ کر لیا۔ (قائد اعظم اور ان کا عہد از رئیس احمد جعفری صفحہ ۱۹۱-۱۹۲)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی قائد اعظم کی صلاحیتوں سے واقف تھے اور دلی طور پر چاہتے تھے کہ وہ واپس آ کر مسلمانان ہند کی قیادت کریں۔ چنانچہ جب ۱۲ مارچ ۱۹۳۳ء کو حضرت مولانا عبدالرحیم درد صاحب نے جماعت کے لندن مشن کا چارج سنبھالا تو آپ نے ان کے سپرد یہ کام کیا کہ وہ قائد اعظم سے ملاقات کر کے انہیں ہندوستان واپس آنے کی ترغیب دیں۔ واضح رہے کہ حضرت درد صاحب میں یہ خوبیاں تھیں کہ اگر ہم انہیں کہتے کہ وائسرائے سے ملاقات کے لئے جاؤ تو وہ فوراً اس کی ملاقات کے لئے تیار ہو جاتے تھے اور کامیاب طور پر اس سے مل کر آتے تھے۔ نیز آپ کو انگریزی زبان پر گہرا عبور تھا اور بہت ہی شستہ تلفظ تھا۔ حضرت عبدالرحیم درد صاحب مارچ ۱۹۳۳ء میں لندن میں قائد اعظم کے دفتر واقع King's Bench Walk میں ان سے ملے جس کا حال ان کے اپنے الفاظ میں یوں ہے: میں نے ان سے تفصیلی ملاقات کی اور انہیں ہندوستان واپس آ کر سیاسی لحاظ سے مسلمانوں کی قیادت سنبھالنے پر آمادہ کیا۔ مسٹر جناح سے میری یہ ملاقات تین چار گھنٹے تک جاری رہی میں نے انہیں آمادہ کر لیا کہ اگر اس آڑے وقت میں جب کہ مسلمانوں کی رہنمائی کرنے والا اور کوئی نہیں ہے انہوں نے ان کی ڈوبتی ہوئی کشتی کو پار لگانے کی کوشش نہ کی تو اس قسم کی علیحدگی قوم کے ساتھ بے وفائی کے مترادف ہوگی

چنانچہ اس تفصیلی گفتگو کے بعد آپ (بیت) احمدیہ لندن تشریف لائے اور وہاں باقاعدہ ایک تقریر کی۔ (الفضل یکم جنوری ۱۹۵۵ء)

اس تقریر کے بعد نواب زادہ لیاقت علی خاں اور ان کی بیگم بھی جولائی ۱۹۳۳ء میں لندن میں قائداعظم سے ملے اور ان سے ہندوستان واپس آنے کی درخواست کی۔ چند ماہ بعد قائداعظم واپس آ گئے۔ بزرگ صحافی اور تحریک پاکستان کے ممتاز لیڈر جناب میاں محمد شفیع (م ش) نے اس بارے میں لکھا (ترجمہ انگریزی) انہوں نے ہندوستانی سیاست سے ریٹائر ہونے کا فیصلہ کر لیا اور علامتی طور پر تقریباً ہمیشہ کے لئے لندن میں بود و باش اختیار کر لی۔ یہ جناب لیاقت علی خاں اور لندن (بیت) کے امام مولانا عبدالرحیم درد تھے جنہوں نے جناح صاحب کو اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ اپنا ارادہ بدلیں اور وطن واپس آ کر قومی سیاست میں اپنا کردار ادا کریں۔ جناح صاحب ۱۹۳۴ء میں ہندوستان واپس آ گئے۔

(پاکستان ٹائمز لاہور قائداعظم ایڈیشن ۱۱ ستمبر ۱۹۸۱ء)

نامور محقق جناب زاہد حسین انجم صاحب نے ۱۹۹۱ء میں انسائیکلو پیڈیا قائداعظم شائع کیا تو اس میں زیر عنوان درد۔ عبدالرحیم احمدیہ (بیت) لندن کے امام۔ قائداعظم سے اس ملاقات اور اس کے نتیجہ میں ان کے بیت الفضل لندن میں تقریر کا ذکر کیا ہے۔ (صفحہ ۳۰۹ مطبوعہ مقبول اکیڈمی لاہور)

قائد اعظم کی بیت فضل لندن میں تقریر: مولانا عبدالرحیم درد صاحب کی قائداعظم سے ملاقات کے نتیجہ میں انہوں نے سیاست میں دوبارہ حصہ لینے کا جو فیصلہ کیا تھا اس کا پہلا اظہار اس تقریب میں شرکت تھی جو عید الاضحیٰ کے موقع پر ۶/اپریل ۱۹۳۳ء کو بیت فضل لندن میں منعقد ہوئی۔ یہ ایک بڑی تقریب تھی اور اس میں دوسو کے قریب شخصیات مدعو تھیں جن میں مسٹر پیتھک لارنس، سر لیڈورڈ میکلیگن، پروفیسر ایچ اے آر گب اور سر ڈینی سن راس شامل تھے جبکہ صدارت Sir Stewart Sandaman نے کی۔ قائداعظم نے اس تقریب میں اپنی شرکت کا سہرا امام صاحب کے سر باندھتے ہوئے اپنی تقریر کا آغاز ان الفاظ سے کیا: 'The eloquent persuation of the Imam left me no escape'(Encyclopedia Quaid e Azam by Zahid Hussain Anjum Page 780

یعنی: امام صاحب کی فصیح و بلیغ ترغیب نے میرے لئے کوئی راہ بچنے کی نہیں چھوڑی۔ قائداعظم کی یہ تقریر جس کا عنوان India of the Future تھا برطانوی اور ہندوستانی پریس کی خاص توجہ کا مرکز بنی اور چوٹی کے اخبارات میں اس کی اشاعت ہوئی۔ سنڈے ٹائمز لندن نے لکھا: ترجمہ: میلر وزروڈ ویمبلڈن پر واقع (بیت) کے احاطہ میں ایک بڑے مجمع سے مشہور ہندوستانی مسلمان مسٹر جناح نے ہندوستان کے مستقبل کے موضوع پر خطاب کیا۔ Sunday Times, London (9th April 1933) اس کے علاوہ درج ذیل اخبارات نے اس تقریب کی خبریں شائع کیں۔

The Evening Standard,London 7/4/33,Hindu,Madras 7/4/33,The Madras Mail,Madras 7/4/33, Pioneer,Alahabad,The Statesman,Calcutta 8/4/33,The Civil & Military Gazette,Lahore 8/4/33, The Near East and India 15/4/33 اور رسالہ Egyptian Gazette,Alexenderia,West Africa,London

سر ظفر اللہ خان کی تعریف کرنا: i-۱۹۳۹ء میں ہندوستان کی مرکزی اسمبلی میں تقریر کرتے ہوئے قائداعظم نے فرمایا: ”میں اپنی اور اپنی پارٹی کی طرف سے آنریبل سر محمد ظفر اللہ خاں کو ہدیہ تبریک پیش کرنا چاہتا ہوں وہ (مومن) ہیں اور یوں کہنا چاہئے کہ میں اپنے بیٹے کی تعریف کر رہا ہوں۔“ (ہماری قومی جدوجہد از ڈاکٹر عاشق حسین بٹالوی صفحہ ۱۷)

ii- ”قائداعظم فرمایا کرتے تھے کہ ظفر اللہ خاں کا دماغ خداوند کریم کا زبردست انعام ہے۔“ (اخبار مسلم آواز کراچی جون ۱۹۵۲ء)

مسلم لیگ کا ممبر بننے کی حمایت: بعض مولویوں نے ۱۹۴۴ء میں آل انڈیا مسلم لیگ کے اجلاس میں کوشش کی تھی کہ یہ قانون بن جائے کہ کوئی احمدی مسلم لیگ کا ممبر نہیں بن سکتا۔ کافی حمایت بھی حاصل کر لی گئی تھی لیکن خود قائداعظم نے مداخلت کر کے یہ قرارداد واپس لینے پر آمادہ کر لیا۔ (لوائے وقت ۱۰/اکتوبر ۱۹۵۳ء)

i- آل انڈیا مسلم لیگ کے اجلاس منعقدہ لاہور ۱۹۴۴ء میں مولوی عبدالحامد بدایونی نے ایک قرارداد پیش کرنا چاہی جس کا مقصد یہ تھا کہ قادیانیوں کو مسلم لیگ کی رکنیت سے خارج کر دیا جائے یہ لوگ باتفاق علماء دائرہ اسلام سے خارج ہیں لیکن مسٹر جناح نے اپنے آمرانہ اقتدار سے اس قرارداد کو پیش نہیں ہونے دیا۔ (مسلم لیگ کے شاندار اسلامی کارنامے صفحہ ۴ مرتبہ جمعیت علماء صوبہ دہلی)

ii- مرزا محمود احمد اور اس کی پراپاگنڈہ ایجنسی نے مسٹر جناح سے خط و کتابت کی آخر مسٹر جناح نے مرزائیوں کو مسلم لیگ میں شامل کر لیا۔ ۱۹۴۴ء کے ایک اجلاس میں اس کے خلاف ایک قرارداد پیش ہوئی تو مسٹر جناح نے اس پر بحث کی اجازت نہ دی۔ (احرار کا کتابچہ مسلم لیگ اور مرزائیوں کی آنکھ مچولی صفحہ ۱۸-۱۹ اکتوبر ۱۹۴۶)

iii- قادیانیوں کے اخراج کے متعلق جو تجویز پیش ہونے والی تھی اسے بھی مسٹر جناح نے پیش ہونے سے روک دیا۔

(اخبار مدینہ بجنور ۵ اگست ۱۹۴۴ء)

قائداعظم کے بعض احمدیوں سے روابط: i-۱۹۴۴ء میں جب قائداعظم سرینگر تشریف لے گئے تو انہوں نے کسی ایسے آدمی سے ملنے کی خواہش کا اظہار کیا جو ریاست کے ہر حصہ سے واقف ہو انہیں بتلایا گیا کہ ایک پنجابی نے تمام ریاست کا کئی بار سفر کیا ہے۔ یہ ایک احمدی دوست مکرم چوہدری عبدالواحد صاحب تھے۔ جو اخبار اصلاح کے مدیر بھی تھے۔ قائداعظم نے چوہدری صاحب کو بلوایا اور مختلف مقامات کے حالات دریافت کرتے رہے اور ان طول و عریض سفروں کی وجہ دریافت کی۔ تو انہوں نے بتایا کہ 'میں جماعت احمدیہ قادیان سے تعلق رکھتا ہوں اور حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب امام جماعت احمدیہ کی ہدایت کے مطابق کشمیریوں کی بہبود کے لئے میں نے یہ سفر کئے ہیں۔' اس پر قائداعظم بہت خوش ہوئے۔ (تاریخ احمدیت جلد ۵ صفحہ: ۴۶۷)

ii- جب قائداعظم کشمیر میں قیام پذیر تھے تو آل جموں و کشمیر مسلم ویلفیئر ایسوسی ایشن جو حضرت خلیفۃ المسیح کی زیر ہدایت قائم ایک ادارہ تھا کا ایک دو رکنی وفد ۱۹ مئی ۱۹۴۴ء کو آپ کی قیام گاہ پر آپ سے ملا اور کشمیر کی سیاست پر گفتگو کی۔ دوسرے دن چوہدری غلام عباس صاحب اور مسلم کانفرنس کے دوسرے کارکنوں نے بتایا کہ قائداعظم آپ یعنی خواجہ غلام نبی گل کار صاحب جو احمدیہ وفد کے ایک رکن تھے، کی بہت تعریف کرتے تھے اور ان کی نظر کشمیر کی لیڈرشپ کے لئے آپ پر لگی ہوئی ہے۔

(تاریخ احمدیت جلد ۵ صفحہ: ۴۷۰)

iii- ۲۴ستمبر ۱۹۴۵ء کو کوئٹہ میں ایک احمدی وفد نے قائد اعظم سے ملاقات کی جو بشمول امیر جماعت احمدیہ ۶ افراد پر مشتمل تھا۔ یہ ملاقات تقریباً ۱۵منٹ رہی عنقریب ہونے والے انتخابات اور مسلم لیگ کی مساعی کے علاوہ جماعت احمدیہ بھی موضوع گفتگو رہی۔ قائد اعظم نے خندہ پیشانی سے بے تکلفانہ گفتگو فرمائی۔ (تاریخ احمدیت جلد ۹ صفحہ ۲۹۲)

iv- حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کے رفیق حضرت بھائی عبدالرحمٰن قادیانی صاحب کے صاحبزادے جناب عبدالخالق صاحب مہتہ وسط ۱۹۴۵ء میں امریکہ سے پیٹرولیم انجینئرنگ کی اعلیٰ تعلیم حاصل کر کے واپس ہندوستان آئے اور قائد اعظم کے نام ایک خط میں اپنی خدمات مستقبل میں ابھرنے والی مملکت پاکستان کے لئے وقف کر دیں۔ قائد اعظم نے اپنے دستخط سے ایک خط ۱۴ اکتوبر ۱۹۴۵ء میں ان کی پیش کش کا شکریہ ادا کر کے اسے شرف قبولیت بخشا۔

(Memories of a Field Geologist مطبوعہ ۱۹۹۵)

قائد اعظم نے نومبر ۱۹۴۴ء میں مہتہ صاحب کو دہلی میں شرف ملاقات بخشا۔ اور پھر دوسری بار کلکتہ کے اصفہانی ہاؤس میں ملاقات کی۔ (تاریخ احمدیت جلد ۹ صفحہ ۶۶۱)

حضرت خلیفۃ المسیح کے خط کو پریس میں جاری کرنا: انگریز حکومت نے ۱۹رستمبر ۱۹۴۵ء کو انتخابات کروانے کا اعلان کیا اس حوالے سے قائد اعظم نے مسلمانان ہند کے نام یہ پیغام دیا کہ ”موجودہ حالات میں انتخابات کو خاص اہمیت حاصل ہے انتخابات ہمارے لئے ایک آزمائش کی صورت رکھتے ہیں“۔

(اخبار انقلاب لاہور ۱۸راکتوبر ۱۹۴۵ء)

اس اہمیت کے پیش نظر قائد اعظم نے اس خط و کتابت کو از خود پریس کو جاری کر دیا جو ناظر صاحب امور خارجہ قادیان نے ان کے ملاحظہ کے لئے بھجوائی تھی اور جس میں حضرت امام جماعت احمدیہ کی ایک احمدی کو یہ ہدایت درج تھی کہ ”آپ کو موجودہ انتخابات میں مسلم لیگ کی حمایت کرنی چاہئے اور ان سے تعاون کے تمام ممکنہ ذریعوں کو بروئے کار لانا چاہئے۔“ یہ خط و کتابت انگریزی اخبار ڈان دہلی میں ۱۸راکتوبر ۱۹۴۵ء کو دوہرے عنوان کے تحت یوں شائع ہوئی۔

AHMADIYA COMMUNITY TO SUPPORT MUSLIM LEAGUE

ترجمہ: جماعت احمدیہ مسلم لیگ کی حمایت کرے گی۔ امام جماعت احمدیہ قادیان کی ہدایت کوئٹہ ۷ اراکتوبر جناب محمد علی جناح نے درج ذیل خط و کتابت پریس کو بھجوائی ہے۔ اس میں تین خط تھے۔ اول ناظر صاحب امور خارجہ کا خط بنام قائد اعظم دوم: ضلع سرائے پور کے ایک احمدی محمد سرورداتی صاحب کا خط بنام حضرت امام جماعت احمدیہ سوم: حضرت امام جماعت احمدیہ کا سائل کو جواب (تاریخ احمدیت جلد نمبر ۹ صفحہ ۳۵۶-۳۵۷)

حضرت امام جماعت احمدیہ نے ایک مضمون کے ذریعہ بھی احمدیوں کو مسلم لیگ کی تائید کی ان الفاظ میں تلقین فرمائی۔

قائد اعظم کا حضور کو دعا اور مدد کا پیغام اور مثبت رد عمل قدیم مسلم لیگی اور قائد اعظم کے ساتھی سردار شوکت حیات کی کتاب The Nation that lost its soul ۱۹۹۵ء میں شائع ہوئی اور پہلی بار یہ

بات ظاہر ہوئی کہ ان انتخابات میں قائداعظم نے حضرت امام جماعت احمدیہ کو دعا کی درخواست اور امداد کے لئے پیغام بھجوایا تھا۔ سردار صاحب کے الفاظ کا ترجمہ درج ذیل ہے:

ترجمہ: ایک دفعہ مجھے قائداعظم کی طرف سے ایک پیغام موصول ہوا جس میں کہا گیا تھا کہ شوکت مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم بٹالہ جا رہے ہو اور میرا خیال ہے کہ قادیان بٹالہ سے پانچ میل دور ہے۔ مہربانی کر کے تم وہاں جاؤ اور حضرت صاحب سے مل کر میری طرف سے انہیں پاکستان کے لئے دعا اور مدد کی درخواست کرو۔

جلسہ کے بعد بھی آدھی رات بارہ بجے کے قریب میں قادیان پہنچا۔ اس وقت حضرت صاحب سو چکے تھے۔ میں نے انہیں پیغام بھجوایا کہ میں ان کے لئے قائداعظم کی درخواست لے کر آیا ہوں۔ فوراً اٹھ آئے اور مجھ سے پوچھا کہ احکام کیا ہیں! میں نے انہیں قائداعظم کا پیغام پہنچایا کہ پاکستان کے لئے دعا اور مدد کریں۔ اس پر انہوں نے کہا کہ قائداعظم کو بتا دیں کہ ہم پاکستان کے لئے ابتداء سے ہی دعا کر رہے ہیں، اور جہاں تک ان کے پیروکاروں کی مدد کا تعلق ہے تو کوئی احمدی کسی مسلم لیگی امیدوار کا مقابلہ نہیں کرے گا اور اگر کہیں ایسا ہوا تو جماعت اس کی حمایت نہیں کرے گی۔

جماعت کی خدمت خلق پر اظہار تشکر: ۱۹۴۶ء کے آخر میں بہار میں فسادات میں مسلمانوں کو نشانہ بنایا گیا اور بڑے پیمانے پر جانی و مالی نقصان ہوا۔ حضرت خلیفۃ المسیح ثانی نے مظلوم مسلمانانِ بہار کے ریلیف فنڈ کے لئے قائداعظم کی خدمت میں پندرہ ہزار روپے کی پہلی قسط بھجوائی۔ قائداعظم نے جواباً لکھا۔ نیو دہلی ۲۳ نومبر بنام ناظر صاحب امور عامہ جماعت احمدیہ قادیان.... آپ کا خط اور چیک مل گیا ہے آپ کی امداد کے لئے بہت بہت شکریہ ادا کرتا ہوں..... جناح

(الفضل ۲۸ر نومبر ۱۹۴۶ء)

حضرت خلیفۃ المسیح ثانی کی ملاقاتیں اور خط و کتابت: کئی مواقع پر حضرت خلیفۃ المسیح ثانی نے قائداعظم سے ملاقات یا مراسلت کر کے اہم مسائل کے حل میں خصوصی کردار ادا کیا۔ چند واقعات درج ذیل ہیں:

i-۱۹۴۶ء میں ہندوستان میں عبوری حکومت میں مسلم لیگ کی شمولیت میں درپیش مسائل ایک وقت میں اتنے گھمبیر ہو گئے کہ تحریک کی کامیابی بالکل مخدوش ہو گئی۔ اس مشکل وقت میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ستمبر / اکتوبر ۴۶ء میں تین ہفتہ تک دہلی میں تشریف فرما رہے آپ نے ۲۴ر ستمبر کو قائداعظم سے انتہائی مخلصانہ اور دوستانہ ماحول میں تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ ملاقات کی جس کی خبر اورینٹ پریس کی طرف سے اخبارات میں بھی شائع ہوئی نیز دیگر رہنماؤں سے بھی تبادلہ خیالات فرمایا۔

(تاریخ احمدیت جلد ۹ صفحہ ۴۰۵)

ii-اس معاملہ میں قائداعظم کے نام آپ نے ۶ر اکتوبر ۱۹۴۶ء کو ایک خط میں تحریر فرمایا: ترجمہ: میں شاید اس سے قبل آپ کو مطلع نہیں کر سکا کہ اس روز جس دن میں نے آپ سے ملاقات کی تھی میں نے ہز ایکسی لینسی وائسرائے کو ایک خط بھجوایا تھا جس میں میں نے انہیں یہ لکھا تھا کہ مسلم لیگ کے تمام مطالبات کو مجھے اور میری جماعت کا پورا تعاون اور حمایت حاصل ہے۔

(تاریخ احمدیت جلد ۱۱ صفحہ ۴۶۲-۴۶۳)

iii۔ جب یہ معاملہ حل ہو گیا تو حضرت صاحب نے ۲۷ اکتوبر ۴۶ء کو قادیان سے قائد اعظم کو مبارکباد کا خط بھیجا جس میں تحریر فرمایا: ترجمہ: قلم دانِ وزارت کی نئی تشکیل کا اعلان ہو چکا ہے۔ اگرچہ ان کی تقسیم منصفانہ اور معقول نہیں ہے تاہم میں آپ کو آپ کی کامیاب مساعی پر دلی مبارکباد پیش کرتا ہوں اللہ تعالیٰ آپ کی عظیم مساعی میں برکت ڈالے اور صحیح راستہ پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔ (تاریخ احمدیت جلد ۱۱ صفحہ ۴۶۳-۴۶۴)

یونینیسٹ حکومت کے استعفیٰ کا معاملہ: فروری ۱۹۴۷ء تک صوبہ پنجاب کی پاکستان میں شمولیت مخدوش تھی کیونکہ وہاں یونینسٹ حکومت قائم تھی جس سے مسلم لیگی اکابر کے مذاکرات ناکام ہو چکے تھے۔ اس نازک وقت میں حضرت خلیفۃ المسیح ثانی کی راہنمائی میں چوہدری ظفر اللہ خان صاحب کی کوشش سے ملک خضر حیات نے دو مارچ کو استعفیٰ دیا اور مسلم لیگ کا راستہ صاف ہوا۔ یہ خبر اس وقت کئی اخبارات میں شائع ہوئی۔ اس بارے میں قائد اعظم کے نام حضرت صاحب کے ایک خط تحریر فرمودہ ۲ مارچ ۱۹۴۷ء کا کچھ حصہ درج ذیل ہے۔

ترجمہ: جیسا کہ میں نے دہلی میں آپ سے ملاقات کے دوران ذکر کیا تھا کہ مناسب وقت پر سر خضر حیات کو مسلم لیگ میں شمولیت پر آمادہ کیا جا سکتا ہے۔۔۔ سر محمد ظفر اللہ خاں نے گزشتہ روز اس معاملہ پر مجھ سے گفتگو کی اور پھر اس کی روشنی میں رات ملک صاحب اور قزلباش سے تفصیلی گفتگو کی۔ وہ مستعفی ہونے پر رضامند ہو گئے ہیں۔۔۔۔۔ اب مخالفین سے مسلمانوں کے حقوق حاصل کرنے کے لئے آپ کے ہاتھ ایک مضبوط ذریعہ آ گیا ہے۔ اب صرف صوبہ سرحد باقی رہتا ہے میں اس کی صورتحال کا جائزہ لینے کی کوشش کروں گا اور امید کرتا ہوں کہ اس معاملہ میں بھی بعض ذرائع سے آپ کو مدد مل سکتی ہے لیکن یہ بات خط میں ظاہر نہیں کر سکتا۔ بہتر ہو گا کہ ہم اپریل میں دہلی میں ملاقات کر لیں۔ (قائد اعظم پیپرز جلد ۱ صفحہ: 161)

ج: باؤنڈری کمیشن کا معاملہ اس کمیشن کی کارروائی کے ایک اہم مرحلہ پر حضرت خلیفۃ المسیح نے حضرت مولوی عبدالرحیم درد صاحب کو اپنا مکتوب مرقومہ ۱۱؍ اگست ۱۹۴۷ء دے کر قائد اعظم کے پاس بھیجا جس میں منجملہ آپ نے تحریر فرمایا: بے شک آپ ستلج پر اصرار کریں لیکن یہ ساتھ ہی کہہ دیں کہ اگر ہمیں بیاس سے ورے دھکیلا گیا تو ہم نہ مانیں گے اور واقعی میں نہ مانیں تب کامیاب ہونگے ورنہ وہ بیاس سے بھی ورے دھکیل دیں گے ہم تو چاہتے ہیں کہ سارا پنجاب ہی تقسیم نہ ہو تاہم تقسیم کو تسلیم کر لیں تو محفوظ موقف ہمارا بیاس ہے ستلج نہیں۔ (تاریخ احمدیت جلد ۹ صفحہ: ۴۷۹)

قائد اعظم کا اظہار تشکر سر خضر حیات کے استعفیٰ کا معاملہ بہت اہم تھا اور یہ صرف حضرت خلیفۃ المسیح ثانی کی راہنمائی میں چوہدری سر محمد ظفر اللہ خاں صاحب کی کوشش سے حل ہوا۔ قائد اعظم اس کے معترف تھے۔ چنانچہ واقعہ کے کچھ عرصہ بعد جماعت کے ناظر امور خارجہ حضرت مولانا عبدالرحیم درد صاحب قائد اعظم سے ملے تو انہوں نے جماعت احمدیہ کی اس کوشش کا بہت شکریہ ادا کیا اور فرمایا کہ آپ نے نہایت آڑے وقت ہماری مدد کی نیز کہا I can never forget it میں اسے کبھی نہیں بھول سکتا۔ (قیام پاکستان اور جماعت احمدیہ از مولانا جلال الدین شمس صفحہ ۱۵ تقریر ۲۸ دسمبر ۱۹۴۹ء)

جولائی ۱۹۴۷ء سے ستمبر ۱۹۴۸ء تک کے پندرہ مہینوں میں قائد اعظم نے چوہدری سر محمد ظفر اللہ خاں صاحب کو یکے بعد دیگرے

چار اعلیٰ ترین ذمہ داریاں تفویض فرمائیں اور ان میں مکرم چوہدری صاحب کی اعلیٰ کارکردگی کی کھلے دل سے تعریف کی۔

i- باؤنڈری کمیشن میں کی گئی نمائندگی: جولائی ۱۹۴۷ء میں پاکستان کے معرض وجود میں آنے سے بھی پہلے پنجاب باؤنڈری کمیشن میں مسلم لیگ کا کیس لڑنے کے لئے قائداعظم کی نگاہ انتخاب ظفر اللہ خاں صاحب پر پڑی۔ اس تقرری کے بارے میں مشہور صحافی م ش صاحب نے لکھا: قائداعظم نے چوہدری سر ظفر اللہ خاں کو مسلم لیگ کا کیس پیش کرنے کے لئے نامزد کیا تا کہ وہ پارٹیشن کمیٹی (باؤنڈری کمیشن) کے سامنے پیش ہوں ...قائداعظم معمولی انسان نہیں تھے وہ تاثرات کی بناء پر لوگوں کے متعلق رائے قائم کرنے کے عادی نہ تھے بلکہ وہ تجربہ کی کسوٹی پر لوگوں کو پرکھا کرتے تھے انہوں نے بہت سوچ بچار کے بعد ظفر اللہ خاں کو مسلم لیگ کی نمائندگی کے لئے نامزد کیا تھا۔ (نوائے وقت لاہور میگزین ۶ مارچ ۱۹۹۲ء)

کمیشن میں آپ کی کارکردگی پر قائداعظم کے خراج تحسین کا حال معروف صحافی منیر احمد منیر صاحب نے یوں بیان کیا:

''قائداعظم نے چوہدری ظفر اللہ خاں کو پنجاب باؤنڈری کمیشن کے سامنے مسلم لیگ کا کیس پیش کرنے کے لئے مقرر کیا تھا اور جب چوہدری ظفر اللہ خاں یہ کیس پیش کر چکے تو قائداعظم نے انہیں شام کے کھانے کی دعوت دی اور انہیں معانقہ کا شرف بخشا جو قائداعظم کی طرف سے کرہ ارض پر بہت کم لوگوں کو نصیب ہوا۔ معانقہ کرنے کے بعد قائداعظم نے چوہدری ظفر اللہ خاں سے کہا میں تم سے بہت خوش ہوں اور تمہارا ممنون ہوں کہ جو کام تمہارے سپرد کیا گیا تھا تم نے اسے اعلیٰ قابلیت اور نہایت احسن طریق سے سرانجام دیا۔'' (روزنامہ خبریں لاہور مورخہ ۷ جون ۲۰۰۳ء)

ii- اقوام متحدہ میں پاکستان کے پہلے وفد کی سربراہی: پاکستان بنتے ہی اقوام متحدہ میں نمائندگی دلوانے اور دیگر زیر بحث معاملات میں پاکستان کی آواز بلند کرنے کے لئے پہلے پاکستانی وفد کی سربراہی کے لئے قائداعظم نے ظفر اللہ خاں صاحب کو مقرر فرمایا۔ آپ کی اعلیٰ کارکردگی کے بارے میں امریکہ میں اس وقت کے پاکستانی سفیر حسن اصفہانی صاحب نے قائداعظم کے نام اپنے خط مورخہ ۴ اکتوبر ۱۹۴۷ء میں لکھا (ترجمہ) ''اقوام متحدہ میں پاکستانی وفد نے توقع سے بڑھ کر کارکردگی دکھائی ہے فلسطین کے مسئلہ پر ظفر اللہ خاں نے جو تقریر کی وہ اقوام متحدہ میں اس مسئلہ پر ہونے والی بہترین تقریروں میں سے ایک ہے..... یہ کسی قسم کی تعلّی نہیں ہے کہ ہم نے واقعی عمدہ تاثر پیدا کیا ہے پاکستان نے اپنا آپ منوالیا ہے۔'' (Quaid-I-Azam Mohammad ALi Jinnah Papers 1st Oct Z. H. Zaidi P 101)

اس بارے میں قائداعظم نے حسن اصفہانی صاحب کے نام اپنے خط مورخہ ۱۱ ستمبر ۱۹۴۷ء میں لکھا ظفر اللہ (نیویارک سے) واپس پہنچ گئے ہیں اور میری ان سے طویل گفتگو ہوئی ہے۔ واقعی انہوں نے اپنا کام عمدگی سے انجام دیا ہے۔

(ایضاً صفحہ 403)

iii- وزیر خارجہ پاکستان کی حیثیت سے تقرری: ابھی اقوام متحدہ کا اجلاس جاری تھا کہ قائداعظم نے ظفر اللہ خاں صاحب کو واپس بلوا بھیجا اور ۲۲ اکتوبر ۱۹۴۷ء کو حسن اصفہانی صاحب کو لکھا: جہاں تک ظفر اللہ خاں کا تعلق ہے تو ہم نہیں چاہتے کہ جب تک وہاں (اقوام متحدہ) پر ان کا قیام ضروری ہے وہ اپنا کام ادھورا چھوڑ کر آجائیں...لیکن حقیقت یہ

ہے کہ ہمارے ہاں قابل لوگوں خاص طور پر ان جیسی اعلیٰ صلاحیت کے اشخاص کی بہت کمی ہے اس لئے جب بھی ہمیں مختلف مسائل سے واسطہ پڑتا ہے تو ان کے حل کے لئے لامحالہ ہماری نظریں ان کی طرف اٹھتی ہیں۔ (ایضاً صفحہ 165)

''اقوام متحدہ سے وفد کی واپسی پر آپ کو حضرت قائداعظم محمد علی جناح نے پاکستان کا پہلا وزیر خارجہ مقرر کیا آپ اس عہدے پر سات سال تک فائز رہے۔'' (نوائے وقت لاہور ۳ ستمبر ۱۹۸۵ء)

یہ تقرری قائداعظم کے یوم پیدائش یعنی ۱۹۴۷ء کے ۲۵ دسمبر کو ہوئی۔ قائداعظم کے چوہدری ظفر اللہ خاں صاحب پر اس اعتماد اور بھروسہ کے مجموعی ذکر پر مشتمل دو تحریریں درج ذیل ہیں۔ ''جب قائداعظم نے یہ چاہا کہ آپ باؤنڈری کمیشن کے سامنے مسلمانوں کے وکیل کی حیثیت سے پیش ہوں تو ظفر اللہ خاں نے فوراً یہ خدمات انجام دینے کی حامی بھر لی....اور اسے ایسی قابلیت سے سرانجام دیا کہ قائداعظم نے خوش ہو کر آپ کو یو۔این۔او میں پاکستانی وفد کا قائد مقرر کر دیا جس طرح آپ نے ملت کی وکالت کا حق ادا کیا تھا اس سے آپکا نام پاکستان کے قابل احترام خادموں میں شامل ہو چکا تھا آپ نے ملک وملت کی شاندار خدمات سرانجام دیں تو قائداعظم انہیں حکومت پاکستان کے اس عہدے پر فائز کرنے پر تیار ہو گئے جو باعتبار منصب وزیراعظم کے بعد سب سے اہم اور وقیع عہدہ شمار ہوتا ہے۔ قائداعظم نے چوہدری صاحب کو بلاتامل پاکستان کا وزیر خارجہ بنا دیا۔'' (نوائے وقت لاہور ۲۴ راگست ۱۹۴۸ء)

''ان کی تعریفیں تو وہ ہستی کرتی رہی جسے دنیا بانی پاکستان بابائے قوم حضرت قائداعظم محمد علی جناح کے مبارک القاب اور نام سے جانتی ہے سچائی جن کی پہچان تھی جنہوں نے کسی کا دل رکھنے کے لئے مصلحتاً بھی جھوٹ نہ بولا.....قائداعظم نے چوہدری ظفر اللہ خاں کو پنجاب باؤنڈری کمیشن کے سامنے مسلم لیگ کا کیس پیش کرنے کے لئے مقرر کیا تھا.....قیام پاکستان کے بعد.....قائداعظم نے چوہدری ظفر اللہ خاں کو پاکستان کی نمائندگی کے لئے یو۔این۔او میں بھیجا تھا جب قائداعظم نے امریکہ میں پاکستانی سفیر حسن اصفہانی کو لکھا کہ ظفر اللہ کو واپس بھیج دیں تو اصفہانی صاحب نے پس وپیش کی اس پر ۲۲ راکتوبر ۱۹۴۷ء کو اصفہانی کے نام اپنے خط میں یہ جملہ قائداعظم نے ہی ظفر اللہ خاں کے لئے لکھا تھا... یہاں ہمارے پاس اہل خاص طور پر ان جیسے مقام (Calibure) کے حامل افراد کی کمی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مختلف مسائل کے حل کے لئے ہماری نگاہیں بار بار ان کی طرف اٹھتی ہیں... ظفر اللہ خاں کو پاکستان کا وزیر خارجہ بھی قائداعظم نے ہی مقرر کیا تھا۔ قیام پاکستان سے کوئی ۱۲ برس قبل سنٹرل لیجسلیٹو اسمبلی کے بھرے اجلاس میں یہ جملہ بھی قائداعظم نے ہی ادا کیا تھا ''ظفر اللہ خاں میرا سیاسی بیٹا ہے۔''

(روزنامہ خبریں مورخہ ۷ رجون ۲۰۰۳ء)

iv-**قائد اعظم کے آخری دستخط** : بیماری کے پورے زمانے میں قائداعظم نے اس وقت تک سرکاری کاموں کا سلسلہ جاری رکھا جب تک ان میں ذرا بھی سکت باقی تھی.... مجھے وہ دن ہمیشہ یاد رہے گا جب انہوں نے یو۔این۔او میں پاکستان کی نمائندگی کرنے کے لئے سر محمد ظفر اللہ خاں کو پورے اختیارات دینے کے لئے آخری سرکاری دستخط کئے۔'' (زندہ قائد اعظم از منظور حسین عباسی صفحہ ۳۴ مطبوعہ مکتبہ شاہکار لاہور) یہ یو این او میں پاکستان کا دوسرا وفد تھا۔

قائد اعظم کو خراج تحسین: حضرت چوہدری ظفر اللہ خاں صاحب نے بھی بار بار قائد اعظم کی شخصیت اور ان کے اعلیٰ کردار کا تعریفی ذکر فرمایا ہے ایسا ایک عقیدت مندانہ اظہار پاکستان ٹائمز میں ان الفاظ میں شائع ہوا: (ترجمہ)

''میں زبانی اور تحریری طور پر مسلسل یہ بات کہتا رہا ہوں کہ جہاں تک انسانی کوششوں کا تعلق ہے پاکستان کا قیام فرد واحد یعنی قائد اعظم محمد علی جناح کی مخلصانہ کوششوں کا رہین منت ہے وہ اکیلے شخص ہیں جنہوں نے دم توڑتی ہوئی آل انڈیا مسلم لیگ میں زندگی کی روح پھونکی اور اسے اپنی جاندار اور انقلاب انگیز قیادت میں ایک موثر اور متحرک سیاسی تنظیم میں بدل دیا اس راہ میں حائل ناقابل عبور مشکلات پر قابو پا کر انہوں نے اپنا وہ مقصد حاصل کر لیا جسے آپ نے خود ہی اپنے لئے معین کیا تھا اگرچہ اس کام میں کئی اصحاب نے اخلاص اور فرمانبرداری سے آپ کا ہاتھ بٹایا لیکن کامیابی کا سہرا صرف اور صرف جناب محمد علی جناح کے سر باندھتا ہے اس بارے میں کسی طرح سے کوئی ادنیٰ بھی شبہ پیدا نہیں کیا جا سکتا۔''

(پاکستان ٹائمز لاہور ۱۳ فروری ۱۹۸۲ء)

قائد اعظم کی وفات پر اظہار تعزیت: حضرت مصلح موعود نے قائد اعظم کی وفات پر جناب لیاقت علی خاں وزیر اعظم پاکستان کے نام بذریعہ تار ایک تعزیتی پیغام ارسال فرمایا جس کا درج ذیل متن اگلے دن کے اخبار الفضل میں صفحہ اول پر جلی حروف میں شائع ہوا۔ ''میں پاکستان کے تمام احمدیوں کی طرف سے قائد اعظم محمد علی جناح کی وفات پر انتہائی رنج و غم کا اظہار کرتا ہوں۔ یہ نقصان اکیلے پاکستان کا ہی نہیں بلکہ تمام دنیائے اسلام کا مشترک نقصان ہے کیونکہ اس انتہائی نازک دور میں قدرتی طور پر تمام عالم اسلام کی نگاہیں امداد کے لئے پاکستان اور قائد اعظم کی عظیم شخصیت کی طرف اٹھ رہی تھیں۔ خدا تعالیٰ قائد اعظم کے کام میں برکت ڈالے اور پاکستان اور تمام باشندگان پاکستان پر اپنا فضل نازل فرمائے۔ بڑے لوگ اپنے کارناموں کی وجہ سے ہمیشہ زندہ رہتے ہیں۔ میں امید کرتا ہوں کہ ہر سچا پاکستانی اپنی رہنمائی کے لئے آپ کے اصولوں کو پیش نظر رکھے گا۔ اور ذاتی خواہشات اور ذاتی مفاد سے بالا ہو کر اپنی زندگی کو از سر نو (دین) اور (مومنوں) کی خدمت کے لئے وقف کر دے گا۔ میں آپکو یقین دلاتا ہوں کہ پاکستان کے احمدی پاکستان کو مضبوط اور طاقتور بنانے کی ہر ممکن کوشش کرینگے۔ اور اپنی طرف سے اس کی خدمت کرنے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کرینگے۔ خدا تعالیٰ ہمارا حامی و ناصر ہو۔ مرزا بشیر الدین محمود احمد امام جماعت احمدیہ رتن باغ لاہور۔'' (روزنامہ الفضل لاہور مورخہ ۱۲ ستمبر ۱۹۴۸ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کا تحریر فرمودہ ایک مضمون بعنوان '(مومنین) پاکستان کے تازہ مصائب' الفضل میں شائع ہوا جس سے چند روشن جملے بطور حرف آخر درج ذیل ہیں۔

''میں سمجھتا ہوں کہ مسٹر جناح کی وفات کے بعد اگر وہ (مومن) جو واقعہ میں ان سے محبت رکھتے تھے اور ان کے کام کی قدر پہچانتے تھے سچے دل سے یہ عہد کر لیں کہ جو منزل پاکستان کی انہوں نے تجویز کی تھی وہ اس سے بھی آگے اسے لے جانے کی کوشش کریں گے اور اس عہد کے ساتھ ساتھ وہ پوری تندہی سے اس کو نباہنے کی کوشش بھی کریں تو یقیناً پاکستان روز بروز ترقی کرتا چلا جائے گا اور دنیا کی مضبوط ترین طاقتوں میں سے ہو جائے گا۔'' (اخبار الفضل لاہور ۲۱ ستمبر ۱۹۴۸ء)

اخبار مجالس

﴿قیادت عمومی مجلس انصار اللہ پاکستان﴾

ریفریشر کورسز

ضلع حافظ آباد: مورخہ 13 رمئی کو ضلع کے زیر انتظام تین مجالس اونچے مانگٹ، پیر کوٹ ثانی اور چک چٹھہ کے عہدیداران کے ریفریشر کورسز ہوئے۔ حاضری اونچے مانگٹ (10) پیر کوٹ ثانی (9) اور چک چٹھہ میں 8 رہی۔

گرین ٹاؤن لاہور: مورخہ 24 رمئی کو زعما حلقہ جات ونائب زعماء اعلیٰ کا ریفریشر کورس ہوا حاضری 9 رہی۔

دارالذکر فیصل آباد: مورخہ 6 رمئی کو تین حلقہ جات کے سائقین کا ریفریشر کورس ہوا۔ کل 5 سائقین نے شرکت کی۔

ضلع نارووال: مورخہ 24 راپریل کو حلقہ بدوملہی ناظم صاحب ضلع کی صدارت میں ریفریشر کورس ہوا۔ جس میں ممبران ضلعی مجلس عاملہ، زعما حلقہ اور ممبران عاملہ حلقہ جات نے شرکت کی۔ حاضری 16 رہی۔

میڈیکل کیمپس

ضلع حافظ آباد: مورخہ 22 رمئی کو ضلع کے زیر انتظام بمقام ناصر میڈیکل کمپلیکس میں ایک فری میڈیکل کیمپ لگایا گیا۔ 105 مریضوں کا چیک اپ کر کے ادویات دی گئیں۔

ضلع ننکانہ صاحب: مورخہ 29 رمئی کو بمقام رام پورہ میں میڈیکل کیمپ منعقد ہوا۔ 40 مریضوں نے استفادہ کیا۔

دارالذکر فیصل آباد: مورخہ 8 رمئی کو داؤد کالونی ڈھڈی والا میں میڈیکل کیمپ لگایا گیا۔ کل 105 مریضان نے استفادہ کیا۔

ماڈل کالونی کراچی: ماہ مئی میں مجلس ماڈل کالونی نے 4 میڈیکل کیمپس لگائے۔ کل 969 مریضان نے استفادہ کیا۔

بیت الاحد لاہور: ماہ مئی 2011ء میں مجلس بیت الاحد کے تحت 2 میڈیکل کیمپس لگائے گئے۔ بیگم کوٹ (31) اور سبزہ زار (63) مریضان کا چیک اپ کیا گیا اور ادویات فراہم کی گئیں۔

گلشن پارک لاہور: ماہ مئی میں تین ڈاکٹروں نے 3 میڈیکل کیمپس لگائے جن کے ذریعے 154 مریضان کا چیک اپ کیا گیا۔

دارالنور فیصل آباد: ماہ مئی میں زعامت علیاء کی طرف سے بمقام گوکھووال میں 3 میڈیکل کیمپس لگائے گئے۔ کل 167 مریضوں نے استفادہ کیا۔

دارالحمد فیصل آباد: مورخہ 27 رمئی کو بمقام چک نمبر 223 ر۔ب کوریاں حلقہ ملت کالونی میں میڈیکل کیمپ لگایا گیا۔ کل 41 مریضوں کا معائنہ کیا گیا اور ادویات فراہم کی گئیں۔

ضلع نارووال: مورخہ 13 رجون کو نارووال شہر کے امیر صاحب ضلع کے کلینک میں شوگر کولسٹرول کا میڈیکل کیمپ لگایا۔ جس سے 70 مریضوں نے استفادہ کیا۔ ☆ مورخہ 24 رجون کو **مجلس میادی ٹاؤن** میں میڈیکل کیمپ لگایا۔ جس میں مریضوں نے ایلو پیتھک اور ہومیو پیتھک دونوں قسم کی ادویات سے فائدہ اٹھایا۔

وقار عمل

ماڈل کالونی کراچی: مورخہ 15 رمئی کو ایک اجتماعی وقار عمل کروایا گیا۔ جس میں سروس روڈ، پارک اور اسکول کے سامنے صفائی کی گئی۔ تمام انصار نے کالے شاپر میں کچرا ڈال کر کچرا دان میں پھینکا۔ 29 انصار نے شرکت کی۔ دورانیہ 2 گھنٹے

دارالنور فیصل آباد: مورخہ 13 مئی کو گوکھووال قبرستان میں اجتماعی وقارِعمل ہوا۔صفائی کی گئی اور قبروں پر مٹی ڈالی گئی۔ 30 انصار نے شرکت کی اور 1 گھنٹہ وقارِعمل جاری رہا۔

دارالحمد فیصل آباد: مورخہ 13 مئی کو زعامت علیا دارالحمد فیصل آباد کے تحت اجتماعی وقارِعمل کا انعقاد کیا گیا۔☆ **حلقہ مسعود آباد،** صفائی نماز سنٹر حاضری 12۔☆ **حلقہ سمن آباد،** صفائی نماز سنٹر، حاضری 3۔☆ **حلقہ ملت کالونی،** گھروں کے سامنے کی صفائی، حاضری 8۔☆ **حلقہ مظفر کالونی،** گھروں کے سامنے کی صفائی، حاضری 18 رہی۔

گلزار ہجری کراچی: مورخہ 15 مئی کو اجتماعی وقارِعمل پیڈیسٹیرین برج (Padastarian Bridge) پر ہوا۔دوران وقارِعمل برج کی صفائی کی گئی۔کل 31 انصار نے شرکت کی۔دورانیہ 3 گھنٹے رہا۔بعدازاں انصار کو ناشتہ پیش کیا گیا۔

اورنگی ٹاؤن کراچی: مورخہ 29 مئی کو تمام انصار نے اپنے گھروں کے سامنے اور گلیوں کی صفائی کی۔63 انصار نے حصہ لیا۔

اجلاسات،پروگرام کلاسز،میٹنگز

دارالذکر فیصل آباد: مورخہ 6 تا 12 مئی ہفتہ تعلیم القرآن منایا گیا۔اجلاس کا باقاعدہ پروگرام مورخہ 5 مئی کو اجلاس عاملہ میں بنایا گیا۔ہفتہ تعلیم القرآن کی فوٹو کاپیاں کروا کر زعماء حلقہ منتظم تعلیم القرآن کو دیا گیا۔چاروں حلقہ جات میں فضائل و برکات قرآن کے موضوع پر اجلاسات کئے گئے۔دوران ہفتہ گھروں کا دورہ کر کے احباب کو روزانہ قرآن کریم کی تلاوت کی طرف توجہ دلائی اور ناظرہ قرآن نہ جاننے والے افراد کی فہرست تیار کی گئی۔دوران ہفتہ مقابلہ تلاوت منعقد کیا گیا۔☆ دوران ہفتہ نماز تہجد ادا کرنے والے انصار: 31۔☆ قرآن مجید کی تلاوت کرنے والے انصار: 37۔☆ قرآن مجید معہ ترجمہ تلاوت کرنے والے انصار: 25۔

ضلع ساہیوال: مورخہ 27 مئی کو ضلع کی مجلس چک L-11/6 میں جلسہ بسلسلہ یوم خلافت منایا گیا۔اس جلسہ کو 5 حلقہ جات میں تقسیم کر کے ایک نگران بنایا گیا۔حاضری بفضلہ تعالیٰ 100% رہی۔

ذہانت و صحت جسمانی وصف دوم

علاقہ سرگودھا: شعبہ صحت جسمانی کے تحت علاقہ کی طرف سے ضلع میانوالی میں ایک پکنک کا پروگرام منعقد ہوا۔انصار،خدام،اطفال نے شرکت کی دوران پکنک طبی لیکچر اور پیشگوئی حضرت مسیح موعودؑ کے حوالہ سے گفتگو کی گئی اور ایمان افروز واقعات سنائے گئے بعدازاں مقابلہ مقالہ نویسی میں انعام حاصل کرنے والے ایک ناصر اور ایک طفل میں انعامات تقسیم کئے۔

دارالنور فیصل آباد: مورخہ 29 مئی کو زعامت علیا،دارالنور کے تحت نماز سنٹر کے گراؤنڈ میں پکنک کا انتظام کیا گیا۔مکرم ڈاکٹر طاہر احمد صاحب نے دانتوں کی صفائی کے موضوع پر لیکچر دیا۔حاضری 22 انصار رہی۔

مارٹن روڈ کراچی: مورخہ 22 مئی کو مارٹن روڈ کے تحت ماہانہ پکنک کا انتظام بمقام سپورٹس کمپلیکس کیا گیا۔12 انصار اور 2 خدام نے شرکت کی۔دورانیہ 2 گھنٹے تھا۔

دارالحمد فیصل آباد: مورخہ 29 مئی کو بیت الحمد میں کلائی پکڑنا صف اوّل اور صف دوم میں الگ الگ مقابلہ جات ہوئے۔بعدازاں زعیم صاحب اعلیٰ نے پوزیشن ہولڈرز میں انعامات تقسیم کئے۔

اورنگی ٹاؤن کراچی: مورخہ 29 مئی کو زعامت علیا کے تحت سائیکل سفر کا انعقاد کیا گیا۔7 انصار نے شرکت کی اور 15KM کا سفر طے کیا۔اختتام (بیت الحمد اورنگی نمبر 2) میں ہوا۔جہاں احباب کو ناشتہ پیش کیا گیا۔

مارٹن روڈ کراچی: مورخہ 22 مئی کو زعامت علیا مارٹن روڈ کراچی کے تحت سائیکل سفر ہوا جس میں 3 انصار نے شرکت کی۔

خدا تعالیٰ پاکستان کو ہمیشہ سلامت رکھے

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''جماعت احمدیہ کو یہ بھی جہاد کرنا چاہئے کہ پاکستان میں حب الوطن کے
احساس کو نمایاں کریں اور بیدار کریں اور زخمی نہ ہونے دیں۔
جو زخمی ہو چکا ہے اسے مندمل کرنے کی کوشش کریں۔
ہر قسم کے ایسے خیالات یا ایسے ازم یا ایسے تصورات جو پاکستان کو کسی
طرح نقصان پہنچا سکتے ہیں، ان کے خلاف کوشش کرنا بھی
جماعت احمدیہ کا کام ہے اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے اتنی تعداد میں
جماعت موجود ہے کہ اگر وہ سرگوشیاں بھی شروع کرے کہ اٹھو اور ملک کی
خاطر ایک ہو جاؤ اور ملک پر آنچ لانے والی ہر طاقت کا مقابلہ کرو تو اس
کا بھی اللہ تعالیٰ کے فضل سے بہت نیک اثر ظاہر ہو سکتا ہے۔
اگر دعائیں اس کوشش کو تقویت دیں تو پھر یقیناً انشاء اللہ تعالیٰ آپ کو
کامیابی نصیب ہوگی اور میں امید رکھتا ہوں اور میں دعا کرتا ہوں کہ
اللہ تعالیٰ پاکستان کو ہمیشہ سلامت رکھے''۔

﴿خطبات طاہر جلد 5 صفحہ 799﴾

Monthly ANSARULLAH
Agust 2011
Regd.# -FR-8
EDITOR:Muhammad Mahmood Tahir
Ph:0476-6212982Fax:047-6214631Cell:0336:7700250(C.Nagar:35460)E mail:ansarullahpakistan@gmail.com

قائد اعظم کا پاکستان

بانی پاکستان قائداعظم محمد علی جناح نے فرمایا:۔

’’آپ آزاد ہیں۔ اپنے مندروں، مسجدوں اور دوسری عبادت گاہوں
میں جانے کے لئے آپ پاکستان کی مملکت میں بالکل آزاد ہیں۔
آپ کسی مذہب، فرقہ، عقیدہ سے تعلق رکھیں
اس کا کاروبارِ سلطنت سے کوئی سروکار نہیں ہے۔
ہم اس بنیادی اصول سے اپنے نظام کا آغاز کر رہے ہیں کہ ہم سب ایک ہی
مملکت کے شہری ہیں اور مساوی الحیثیت ہیں۔
ہمیں اس مسلک کو اپنے نصب العین کے طور پر سامنے رکھنا چاہئے۔
پھر آپ دیکھیں گے کہ جیسے زمانہ گزرتا جائے گا
نہ ہندو، ہندو رہے گا اور نہ مسلمان، مسلمان، مذہبی اعتبار سے نہیں کیونکہ
یہ تو ذاتی عقائد کا معاملہ ہے
بلکہ سیاسی لحاظ سے ہم سب ایک ہی مملکت کے شہری ہو جائیں گے‘‘۔

﴿مجلس دستور ساز پاکستان سے خطاب۔ بحوالہ خطبات قائداعظم صفحہ 563﴾